حیات معصومین(ع) / ۸

امام جعفر صادق علیہ السلام

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

یکے از مطبوعات

دارالثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

۲-بی - ۵/۳ ـــــ ناظم آباد ـــــ نمبر ۲ ـــــ کراچی

حیات معصومینؑ/۸

امام جعفر صادقؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ــــــــــــــــ امام جعفر صادق علیہ السلام

مصنف ــــــــــــــــ موسسۃ البلاغ

ترجمہ ــــــــــــــــ سید احسان حیدر جوادی

ایڈیٹر ــــــــــــــــ سید احتشام عباس زیدی

ناشر ــــــــــــــــ دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

طبع اول ــــــــــــــــ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

حضرت رسول اکرمؐ اور ائمۂ معصومین علیہم السلام کی پاکیزہ حیات ہر عہد و عصر کے انسانوں کے لئے بہترین سر مشق اور نمونہ حیات ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جس کی حکایت قرآن کریم بھی کرتا ہے " لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ " (احزاب / ۲۱) پیغمبر اکرمؐ اور ائمۂ معصومینؑ کے علاوہ قرآن حکیم، حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کی طیب و طاہر حیات کو بھی بنی نوع انسان کے لئے نمونہ عمل قرار دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے " قد کانت لکم اسوۃ حسنہ فی ابراہیم و الذین معہ "

در حقیقت ایک مکتب فکر اس وقت تک محکم و پائیدار نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے دل میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتا، اگر اس میں کوئی آئیڈیل یا نمونہ عمل نہ ہو. اس روشن حقیقت سے نہ صرف دینی مکاتب فکر آگاہ ہیں بلکہ اس کی اہمیت سے بے دین اور الحادی مکاتب فکر

بھی نہ صرف آشنا ہیں بلکہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور نسلوں و قوموں کو انہی ہتھکنڈوں سے گمراہ کرتے ہیں اور آج الحادی دنیا اس روش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ثقافتی و تہذیبی شجنون کے ذریعہ قوموں، تہذیبوں اور جوان نسلوں کو تباہ برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

ہم جو کہ مسلمان ہیں اور قرآن کریم کے دستور پر عمل کرتے ہیں اور قرآن ہمیں " لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ " کے ذریعہ انسانیت بلکہ پوری خلقت کے بہترین نمونوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور ان کی زندگیوں کو اپنے لئے نمونہ حیات بنانے کی تاکید کرتا ہے۔ اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حضرت آدمؑ سے صبح قیامت تک مردوں کی صنف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ائمۂ طاہرین علیہم السلام اور عورتوں کی صنف میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی شخصیتوں کی کوئی مثال نہیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ ان ذوات مقدسہؑ کی زندگیوں سے آگاہی حاصل کریں اور ان کے کردار سے خود کو مزین کریں۔

زیر نظر کتاب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک مختصر اور مفید خاکہ ہے۔ امید ہے کہ اہل ایمان اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت کو روشن و تابناک بنالیں گے۔

والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحن اھل البیت لا یقاس بنا احد" الرسول الا کرم" (ص)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ہم اھلبیتؑ ہیں ہمارا کسی سے قیاس نہیں کیا جاسکتا.

حدیثی حدیث ابی و حدیث ابی ، حدیث جدی ، وحدیث جدی حدیث ابیہ ، و حدیث ابیہ حدیث علی بن ابی طالب ، و حدیث علی بن ابیطالب حدیث رسول اللہ ، و حدیث رسول اللہ قول اللہ عزوجل " الامام الصادق" (ع)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میری حدیث میرے والد کی حدیث ہے اور ان کی حدیث میرے جد کی حدیث ہے اور ان کے والد کی حدیث ان کے والد کا کلام ہے .اور میرے جد کا کلام علی بن ابیطالبؑ کا قول ہے اور قول علیؑ فرمان رسول اللہؐ ہے اور فرمان رسول اللہؐ ، قول خدائے عزوجل ہے

ما رات عین ، و لا سمعت اذن و لا خطر علی قلب بشر افضل من جعفر الصادق علیه السلام فضلا و علما و عبادة و ورعا "امام مالک بن انس"

انس بن مالک کا قول ہے، فضل و علم اور عبادت و ورع میں جعفر صادقؑ سے افضل نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ ہی کبھی کسی انسانی دل و دماغ میں کسی کو خیال تک آیا۔

کنت اذا نظرت الی جعفر بن محمد علمت انه من سلاله النبیین "عمر بن المقدام"

عمر بن مقدام کا قول ہے: جب بھی میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تو سمجھ جاتا کہ آپ کا تعلق خاندان انبیاء سے ہے۔

مقدمہ

امام مسلمین ، استاد فقہاء و محدثین ، مرجع علماء و مفکرین حضرت امام جعفر صادقؑ کے بارے میں کچھ بھی لکھنا درحقیقت اہلبیت علیہم السلام کی ایک عظیم شخصیت کے سلسلے میں گفتگو کرنا اور آپ کی دینی امامت کے ساتھ ساتھ فکری قیادت و سیاست کے ایک عظیم و طویل دور کو بیان کرنا ہے، جو ہمیشہ مسلمانوں کی زندگی سے وابستہ رہا ہے۔

آپ کی شخصیت سے ناواقف کے لئے آپ کا تعارف درحقیقت معرفت اہلبیتؑ کے سلسلے ہی کی ایک کڑی ہے کیونکہ خاندان نبوت ورسالت سے تعلق رکھنے والے کسی بھی امام کی زندگی کا اگر تحقیقی مطالعہ کیا جائے ، تو اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ حضرات ہمیشہ ایک ہی راستے پر گامزن رہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل ہماہنگی رکھتے تھے۔

آپ حضرات کے یہاں آخری لمحات تک ایک متحد و منفرد تاریخ سازی کا سلسلہ جاری رہا جس کی حد بندی بھی کی گئی اور جس کے اہم واقعات سے لوگوں کو آگاہ بھی رکھا گیا۔

اور اس اقدام کا مقصد صرف شریعت کی حفاظت اور اس کے بنیادی ڈھانچے کو باقی رکھنا تھا ، جیسا کہ آگے چل کر اس بیان کی تائید ہو

جائیگی جب ہم امام صادقؑ کی زندگی کے حالات کا مختصر وضاحت کے ساتھ جائزہ لیں گے۔

امام جعفر صادقؑ یا کسی بھی اسلامی شخصیت کی زندگی کا خاکہ پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمامتر توجہات اس خاکے کی عملی قدر و قیمت کی طرف مرکوز کی جائیں اور اس تاریخی دور کو اجاگر کیا جائے، جو تمام انسانوں بالخصوص مسلمانوں کی زندگی پر اثر انداز رہا ہے۔

ہم امام صادقؑ کی شخصیت کے اسی پہلو کو حسب گنجائش واضح اور جامع شکل میں پیش کریں گے۔

اس کتاب میں ہماری ساری توجہ اسی حقیقت کو اجاگر کرنے پر مرکوز رہیگی۔اور اسی وجہ سے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ اس مختصر کتاب کو مندرجہ ذیل موضوعات کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی شخصیت کا تعارف۔

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے کے سیاسی حالات۔

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا علمی مقام۔

شخصیت امام جعفر صادق علیہ السلام

۱۔ ولادت و تربیت

جس امام کے سلسلے میں ابھی ہم گفتگو کر رہے تھے اور جن کی معرفت کے مشتاق تھے ان کا سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے ، امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن علی السجاد بن امام حسین شہید علیہم السلام۔

ہر ایک اس حقیقت سے واقف ہے کہ امام حسینؑ کے والد ماجد ، امام علی بن ابیطالبؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ دختر رسولؐ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں ۔ اور اس طرح سے امام جعفر صادق علیہ السلام کا سلسلۂ نسب دختر رسولؐ فاطمہ زہراؑ اور رسولؐ کے بھائی اور حبیب ، امین علم رسالت ، حامل پرچم نبوت حضرت علی بن ابیطالبؑ پر منتہی ہوتا ہے ۔

آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ [1] بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں اور جناب فاطمہ کی والدہ جناب اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر

تھیں۔ اسی لئے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "ابوبکر سے میرا دہرا رشتہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ[۲] کو مدینہ منورہ میں عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں ہوئی۔

آپ کی تربیت اور پرورش آپ کے والد ماجدہ امام محمد باقرؑ اور جد محترم امام علیؑ بن الحسینؑ کے زیر سایہ ہوئی اور انھیں سے آپ نے علوم شریعت اور معارف اسلامی حاصل کئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے عہد میں امام المسلمین اور فقہاء و علماء و محدثین کے مرجع تھے سینکڑوں علماء محدثین نے آپؑ سے کسب فیض کیا اور آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کئے۔ آپؑ نے مدینہ منورہ کی مسجد کو ایک عظیم درسگاہ کی شکل دیدی تھی جس سے علوم شریعت کے چشمے پھوٹتے تھے۔ اسی لئے بڑے بڑے علماء و فقہاء و محدثین نے آپ کی جلیل القدر شخصیت عظیم الشان مرتبے اور علمی فیضان کا اعتراف بھی کیا ہے۔

ان اعترافات اور شہادتوں میں سے ہم کتاب تذکرہ خواص سے سبط بن جوزی کا یہ قول نقل کر رہے ہیں جسے تابعین کی نامور شخصیت "عطا" نے بیان کیا ہے۔

"کسی کے سامنے علماء اتنے چھوٹے نہیں نظر آئے جتنا امام باقرؑ کی مجلس میں نظر آئے) اور امامؑ کے سلسلے میں ہی ابن سعد کا

بیان ہے۔ (۳)

آپ ثقہ تھے اور علم حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے (۳)

اب جب کہ ہم امام محمد باقرؑ کے علمی مقام سے واقف ہو گئے جن کے دست مبارک سے امام جعفر صادقؑ کی پرورش اور تربیت ہوئی اور جن سے امام جعفر صادقؑ نے علوم و معارف حاصل کیے، اور کہ امام باقرؑ کی تربیت اور انھیں علوم و معارف شریعت و طریقہ زندگی امام زین العابدینؑ سے ودیعت ہوا ہے، اور کہ امام زین العابدینؑ کی تربیت اور انھیں علوم و معارف شریعت ان کے والد ماجد امام حسینؑ کے سر چشمہ فیضان سے حاصل ہوا ہے اور امام حسینؑ کی تربیت اور علوم و معارف شریعت کا وسلیہ ذات امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ تھے اور ان کی تربیت اور انھیں علوم و معارف یعت اور سلیقہ، زندگی رسالت آپؐ سے یسر آیا تھا، کہ جن کے لئے خود رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تھا:

"میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں، پس جسے بھی تلاش علم ہو وہ دروازے تک آئے" (۵)

اور جن کی ذات گرامی کی توصیف کرتے ہوئے زوجہ رسول اللہؐ عائشہ کہتی ہیں:

"بیشک انہیں سنت کا سب سے زیادہ علم تھا" (۶)

ان تمام حقائق سے واقفیت کے بعد ہمارے ذہن میں خاندان نبوتؐ میں علمی وارثت کی کڑیاں مکمل ہو جاتی ہیں اور ہم اس بات سے

بھی آگاہ ہو جاتے ہیں کہ اہلبیتؑ کی ہر فرد نے صرف اور صرف اپنے بزرگوں ہی سے کسب علم کیا ہے، اور سب کے علم کا سلسلہ، ذات رسول اللہؐ پر ہی منتہی ہوتا ہے۔ یہ تمام ذوات مقدسہ ایسے خانوادے میں پروان چڑھیں جس کو علم، ایمان اور اخلاق وراثت میں ملا تھا۔

ان تمام امور سے آگاہی کے بعد اب ہمارے لئے ممکن ہوگیا ہے کہ ہم مندرجہ ذیل دو بنیادی حقائق کا اظہار کر سکیں۔

الف ◄ مکمل قابل اعتبار

اہلبیت علیہم السلام کی احادیث اور بیان کردہ عقائد اور تشریح و تفسیر و فلسفہ وغیرہ جو کچھ بھی ان سے نقل کیا گیا، ان سب پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی حقیقت کی امام جعفر صادقؑ نے اس طرح وضاحت فرمائی کہ: "میری حدیث میرے والد کی حدیث ہے اور میرے والد کی حدیث میرے جد کی حدیث ہے اور ان کی حدیث علی بن ابیطالب کا کلام ہے اور کلام علیؑ فرمان رسولؐ ہے اور فرمان رسول اللہؐ حکم خدائے عزوجل ہے" (۷)

ب ◄ اہلبیت علیہم السلام کی زندگیاں ایک ایسی زنجیر کی مانند ہیں

جس کی تمام کڑیاں ایک دوسرے سے اس طرح ملی اور جڑی ہوئی ہیں جن کے درمیان نہ کسی قسم کا فاصلہ ہے اور نہ ہی کوئی اجنبی ہے جو اس میں رخنہ اندازی کر سکے اور کڑیوں کا سلسلہ رسول خداؐ پر ختم ہوتا ہے۔

• ان کی زندگیاں ایک جیتا جاگتا مدرسہ اور تجربہ گاہ تھیں جس میں اسلام کی تجسیم ہوئی اسلامی احکام کی تطبیق ہوئی اور اس کے تحفظ کا بندوبست کیا گیا، مندرجہ بالا باتوں سے ہمارے لئے یہ مسلم ہو جاتا ہے کہ ان ہستیوں سے قوم بھی صادر ہوا اور اہلبیتؑ نے جو کچھ بھی انجام دیا وہ سب کا سب ثقہ اور معتبر ہے۔

ان معلومات کی بنا پر ہمیں اس روحانی فضا اور اس علمی مدرسہ کے نشوونما کے حالات کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ہمارے لئے یہ سمجھنا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کی نشو و نما کن حالات میں ہوئی۔ اور نتیجتاً اس بات کا بھی علم ہو جاتا ہے امامؑ کی حیات طیبہ اور اس کی وہ عنایات جو علم تفسیر و حدیث، عقائد و توحید بلکہ تمام علوم کی شکل میں دنیائے اسلام پر ہوئیں، وہ سب کی سب، طاہر معارف کی امانتدارانہ وراثت شریعت کی طہارت اور سر چشمہ و مصدر کی اصالت کا نتیجہ تھیں۔

یہیں سے ہمیں امام صادق علیہ السلام کی منزلت کا بھی پتہ چلتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ امامؑ کے ذریعہ صادر ہونے والی

روایات کی شریعت کی نظر میں کیا اہمیت تھی کیونکہ آپؑ والد امام محمد باقرؑ کے بعد امامت الہیہ کے تنہا مرکز اور اپنی پوری زندگی میں شریعت کے پاسبان تھے۔

۲۔ امامؑ کا سماجی مقام و مرتبہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے زمانے میں جس عظیم الشان مرتبہ اور بلندو بالا مقام کو حاصل کرلیا تھا اس تک کسی کی بھی رسائی نہ ہو سکی۔

امام جعفر صادقؑ کا اپنے زمانے کے تمامتر لوگوں کے درمیان منفرد مقام اور مخصوص مرتبہ تھا، کیونکہ جمہور مسلمین کو اس بات کا علم تھا کہ آپ خاندان نبوت کے سلسلے کی ایک کڑی اور اہلبیتؑ کی اہم شخصیت ہیں اور ساتھ ساتھ آپ ہی اموی و عباسی ظلم و بربریت کے مقابلے کا راز ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان یہ بھی جانتا تھا کہ جو بھی محبت و مودت اہلبیتؑ پر ایمان رکھتا ہے اسپر ان کی محبت و ولایت فرض ہے۔

اس کے علاوہ صاحبان علم و سالکان خیر آپ کو ایک عظیم امامؑ، بے مثل عالم اور منفرد معلم و مربی کی حیثیت سے بھی دیکھتے تھے۔

صاحبان حکومت و سیاست اور عوامی لیڈر (خصوصا اموی حکومت کے خلاف عباسی انقلاب کے ابتدائی دور میں) نہ آپ کی شخصیت

کو نظر انداز کر سکتے تھے اور نہ ہی آپ سے کنارہ کشی اختیار کر سکتے تھے ۔ کیونکہ ان کی نظروں میں امام جعفر صادقؑ ایک عظیم الشان طاقتور شخصیت ،، زبردست سیاسی قوت اور قیادت امت کا ایک ایسا مرکزی نقطہ تھے جس کو نظر انداز کرنا ان لوگوں کیلئے ممکن ہی نہ تھا ۔ اور ۔ وہ حقائق ہیں جن سے نہ کوئی انکار کر سکتا ہے اور نہ ہی ان کی اہمیت میں کوئی کمی پیدا کر سکتا ہے ۔

امام صادق علیہ السلام کی سماجی حیثیت اور دوست و دشمن کے نزدیک آپ کی سیاسی منزلت کا اندازہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم تاریخ کے اس عہد کا جائزہ لیں جس میں امامؑ نے زندگی گزاری واقعات کی تحلیل کریں ، اقدامات کا جائزہ کرلیں اور امامؑ کی ان حتوں ، شہادتوں مراسلات و گفتگو اور عمومی نظریات کا تجزیہ کریں جو امامؑ کی زندگی میں پیش آئے ۔

امام جعفر صادقؑ کے دور امامت میں اموی حکومت اپنی زندگی کی آخری سانس لے رہی تھی ظلم و جور کا بازار گرم اور شدت پسندانہ رویہ عروج پر تھا اور اس ظلم و ستم کے خلاف امت میں جذبہ انتقام بڑھتا جارہا تھا ۔ ایسے پرآشوب ماحول میں عوام الناس کی قیادت و رہبری کا مرکز اور محبوب شخصیت اہلبیتؑ ہی ہوتے ہیں ۔ (جیسا کہ اموی و عباسی حکومتوں کے خلاف ہونے والے انقلابات کی تاریخ بتاتی ہے) ۔ اسی وجہ

سے اموی حکومت کے خلاف چلائی جانے والی ہر تحریک اہلبیتؑ کے نام سے شروع ہوئی۔

ان تحریکوں کے قائد بر سر عام اعلان کرتے تھے کہ ہم امامت و خلافت کو، اس کے شرعی حقدار یعنی اہلبیتؑ تک پہنچانا چاہتے ہیں۔

یہ قائدین عوام الناس کو اس انداز سے متوجہ کرتے تھے کہ ہم تم کو رضائے آل محمدؐ کی طرف دعوت دے رہے ہیں یعنی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اولاد سے امامت و خلافت کا جو شخص مستحق ہے اس کے لئے یہ تحریک چلا رہے ہیں۔ مگر ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ دیکھا کہ زبردست مقابلہ آرائی اور وقفے وقفے سے رونما ہونے والے واقعات و حوادث کے باوجود امام جعفر صادقؑ ان معرکوں سے اپنے آپ کو بہت دور رکھتے ہیں۔ اور ایسی کھلم کھلا مقابلہ آرائی سے کنارہ کش رہتے ہیں، کیونکہ ان رونما ہونے والے واقعات کے نتائج سے آپ کما حقہ واقف تھے۔

بیشک آپ جانتے تھے کہ یہ تحریک یا تحریکیں، یہ اٹھنے والی آوازیں، یہ بلند ہونے والے پرچم صرف اور صرف دھوکہ ہیں۔

آپ جانتے تھے کہ آج جو آوازیں ہمارے حق میں اٹھائی جا رہی ہیں ان میں ان لوگوں کے مقاصد پوشیدہ ہیں اور اصل ہدف کچھ اور ہی ہے۔ آج ان کی آواز میں آواز ملانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہلبیتؑ بھی ان

کی سازشوں کی بھینٹ چڑھ جائیں۔

بیشک آپ صادق العلم تھے اور اپنے زمانے میں رونما ہونے والے واقعات کے نتائج سے بھی واقف تھے، اسی لئے آپؑ اس انقلابی سیلاب میں بہنے سے رکے رہے اور اس کے نتائج سے اپنے پیروکاروں کو آگاہ بھی کرتے رہتے تھے۔

بیشک آپ کی پیشین گوئیاں سچ نکلیں۔! اور جن حوادث و واقعات سے متنبہ کرتے تھے وہ رونما ہو گئے۔ مگر ان تحریکوں سے اتنی دوری کے باوجود ہم کو یہ ملتا ہے کہ اس سیاسی سیلاب کا بہاؤ آپ کی ہی طرف رہا، لوگوں کی آنکھیں آپ ہی کی طرف لگیں رہیں اور یہ کسی سیاسی لیڈر کے بس کی بات نہ تھی کہ آپؑ کے مقام کو نظر انداز کرے یا آپ کے اس مرکزی، کردار کو پس پشت ڈال دے۔

اس وجہ سے تمام قائدین یہی ظاہر کرتے تھے کہ آپ انھیں کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہماری اس تحریک میں امامؑ ہی کا ہاتھ ہے (گویا ہم جو کچھ کر رہے ہیں صرف امامؑ کے لئے کر رہے ہیں)۔

اموی حکومت کے خلاف چلائی جانے والی تحریک کے ایک سرگرم لیڈر ابو سلمہ الخلال امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں خط بھیجتے ہیں جس میں آپ کی بیعت کی پیشکش کی جاتی ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام اس خط کو جلادیتے اور بار بار ہونے والے مطالبے کو

آپ ہر بار ٹھکرا دیتے ہیں، اس کے علاوہ آپ اپنے علوی رشتہ داروں کی طرف سے ہونے والے مکرر خلافت کے تقاضوں اور مشوروں کو بھی رد کردیتے ہیں ---- ظاہر سی بات ہے کہ امامؑ کے اردگرد کے یہ حالات و صورت حال آپ کی سیاسی منزلت اور سماجی مقام کو واضح کرتی ہیں۔

خلیفہ عباسی ابو جعفر منصور امامؑ سے شدید قسم کا برتاؤ کرتا ہے اور امامؑ کو مستقل تکلیفیں دیکر اپنے پاس بلاتا ہے اور پھر ان سے سوال و جواب کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے خلاف ہونے والے تمام اقدامات کا دارو مدار انھیں کی ذات پر ہے اور عباسی حکومت کی مخالفت میں برپا ہونے والے تمامتر انقلابات میں خفیہ طور پر انھیں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن اس محاکمہ کے بعد وہ امامؑ کی عظمت و جلالت کا کلمہ پڑھتا ہے۔

جس کا واضح اظہار وہ علویوں کی انقلابی شخصیت صاحب نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن کے اس خط کے جواب میں کرتا ہے، جس میں انھوں نے منصور کے پاس اپنی فضیلت اور اہلیت خلافت کا ذکر کیا تھا، اور لکھا تھا کہ انھیں قرابت رسول خداؐ اور نسبت فاطمہ زہراؑ کے سبب اس پر برتری حاصل ہے۔

منصور انھیں اس خط کے جواب میں لکھتا ہے

" تمھارے باپ کی طرف سے رشتہ داروں میں نہ کوئی صاحب فضیلت

ہے نہ صاحب خیر، ہاں! تمھارے ننھیالی رشتہ داروں میں ایسے لوگ ہیں، اور انہیں بھی رسول اللہؐ کی وفات کے بعد علی بن الحسینؑ سے بہتر کوئی نہیں ہے، اور وہ تمھارے ننھیالی عزیز ہیں، انھیں یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ تمھارے نانا حسن بن حسین (۸) سے بہتر ہیں۔ اگر تم میں ان کے بعد کوئی ہے تو وہ محمد بن علیؑ (امام محمد باقرؑ) ہیں جو تمھارے ننھیالی عزیز ہیں اور وہ تمھارے باپ سے بھی بہتر ہیں۔ اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند جعفر (یعنی امام جعفر صادقؑ) کا کوئی مثل نہیں ہے اور وہ بھی تمھارے ننھیالی عزیز ہیں، اور تم سے بہتر ہیں۔ (۹)

اس کے علاوہ اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: "میں ایک دن ابو جعفر منصور کے پاس پہونچا تو اس کی یہ حالت تھی کہ گریہ کرتے کرتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی، اس نے مجھ سے کہا: تمہیں نہیں معلوم تمھارے خاندان پر کون سی مصیبت پڑی ہے؟ میں نے پوچھا: اے امیر المومنین وہ مصیبت کیا ہے؟ تو اس نے کہا: بیشک وہ سید و سردار، عالم اور نیکوں کے وارث تھے جن کی وفات ہوگئی، میں نے سوال کیا: اے امیر وہ کون ہیں؟ اس نے کہا: جعفر بن محمد" (۱۰)

صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین

اس طرح ہم حالات کی روح اور تاریخ کے شواہد کے ذریعہ اس امام عالی مقام کی سیاسی و سماجی عظمت و منزلت کا اندازہ کرتے ہیں

جن میں تمام سماجی سربلندیاں سموئی ہوئی تھیں اور جو اپنے عہد میں عظمت و رفعت کے مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

آپ کے زمانہ کے سیاسی حالات

انسانی معاشرے کی پوری تاریخ میں سب سے چیز " سیاسی حالات " ہوتے ہیں جو ہمیشہ ہی بدلتے رہتے ہیں ۔ اس کے ہمیشہ بدلتے رہنے کا راز حاکم اور محکوم کے تعلقات ، بادشاہ اور حاکم کی طبیعت اور اس کی رفتار اور اس کا سلوک جو امن انسانی ، اس کی سطح زندگی ، اس کے عقائد ، طرز حیات ، علمی اور ادبی حالات اور نفسیاتی وقار پر اثرانداز ہوتے ہیں ، اور یہی اسباب سیاسی حالات کی اہمیت اور سماجی زندگی میں اس کی پائیداری و استحکام کا راز بھی ہوتے ہیں کہ جس قدر سماج کی ثقافتی ضروریات پوری ہوتی رہینگی اور اس کے سلسلے میں سیاسی اقدامات گہرے اور مستحکم ہونگے اتنی ہی سیاست بھی پرامن ہوگی ، اور نقصان سے محفوظ رہے گی اور اتنے ہی حکام و سلاطین کے ہاتھ مضبوط رہینگے ۔

امت اسلامیہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ہمیں اس کی چھ صدیوں کے اموی اور عباسی دونوں زمانوں میں ہونے والی شورشوں، ثقافتی اتھل پتھل، رنج و خوشی، انقلابات اور تحریکوں سے جو درس حاصل ہوتا ہے اس کے بنیادی تین عناصر ہیں جن کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

۱ ◄ تمام علمی، ثقافتی، اعتقادی و سیاسی میدانوں میں قوت واستحکام اور ظلم و ستم کے مقابلے میں انسانی آزادی اور اس کی عظمت کا بنیادی عنصر اسلام کی قوت و طاقت تھا۔

۲ ◄ حکام و سلاطین کا اسلامی احکام سے انحراف اور دوری اور حکام کا امت سے گھناونا برتاؤ (علاوہ عمر بن عبدالعزیز کی حکومت کے مختصر زمانے کے۔ جب بنوامیہ کے اس خلیفہ نے اسلامی امت پر ہونے والی تنگیوں اور مشکلات کا حل چاہا اور سیاسی روش کو تبدیل کرنا چاہا تھا کہ جس میں وہ بھی کامیاب نہ ہوسکا۔)

۳ ◄ ان دونوں ادوار میں امت اسلامیہ کی روش ظاہر و روشن رہی اور اسلام سے منحرف حکام کے خلاف قیام کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہا امت کی مرکزی قیادت و رہبری کے سلسلے میں اہلبیتؑ کے گھرانے کا بہت اہم کردار رہا اور امت کی جانب سے انھیں شدید حمایت حاصل تھی اور یہی حمایت اور مرکزیت ہی

اہلبیتؑ پر ہونے والے مصائب، شدائد اور مشکلات (جو امویوں اور عباسیوں کی طرف سے ان پر ہوئے) کا تنہا سبب تھی۔

امام جعفر صادقؑ کے عہد زندگی میں یہ تینوں عناصر پورے طریقہ سے ظاہر اور موجود تھے۔ پس امامؑ نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس برس امویوں کی حکومت کے زمانے میں گزارے جس میں اس حکومت کی جانب سے امت اسلامیہ پر ہونے والے مظالم و مصائب کا بالعموم اور علیؑ و فاطمہؑ کے دو ستداروں پر ٹوٹنے والے مصائب کے پہاڑوں کا بہت ہی قریب سے جائزہ لیا اور ان تمام تلخیوں کو برداشت کرتے رہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام عبدالملک بن مروان بن حکم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور آپ اس کے بعد ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، ولید بن یزید، یزید بن ولید، ابراہیم بن ولید اور مروان الحمار یہاں تک کہ اموی حکومت کے زوال تک ۱۳۲ھ ان سب کے دور دیکھتے رہے، پھر جب خلافت بنوعباس کے پاس پہونچی تو امام جعفر صادقؑ نے ان کے خلفاء میں سے ابوالعباس السفاح اور اس کے بعد ابو جعفر لمنصور کی حکومت کا بھی کچھ دور دیکھا (جو تقریباً دس سال کے قریب تھا)۔ ان تمام ادوار میں امام جعفر صادقؑ نے زندگی گزاری اور امت اسلامیہ پر ہونے والے مصائب و آلام اور، مشکلات کا مشاہدہ کرتے رہے لیکن آپؑ نے ان

ادوار میں سے کسی دور میں بھی قیام نہ کیا۔ آپ کے قیام نہ کرنے کے متعدد اسباب ہیں، جن میں اہم اسباب یہ ہیں:

۱ ◄ امام جعفر صادق علیہ السلام اس پورے عرصے میں چونکہ نمائندہ اہلبیتؑ، عظیم علمی و اجتماعی شخصیت اور مسلمانوں کی نگاہوں کے مرکز و محور تھے، جس کے سبب اموی اور عباسی حکومتوں کی دشمنی کا نشانہ اور ان کے جاسوسوں کے زیر نظر تھے جو ان کی ہر نقل و حرکت پر نظر رکھتے تھے۔

۲ ◄ امام جعفر صادقؑ کی نظروں میں امت اسلامیہ کے درمیان اہلبیتؑ کی قیادت اور اموی حکام کے خلاف حضرت علیؑ ان کے فرزند امام حسنؑ اور پھر انقلاب و قیام امام حسینؑ اور ان کے بعد زید بن علیؑ بن الحسینؑ کے انقلاب کی پوری تاریخ کا تجربہ تھا۔ ان تمام انقلابوں میں عوام نے ان کے اعلیٰ مقام کا پاس نہ رکھا اور کا صحیح ساتھ نہیں دیا جس پر اہلبیتؑ عمل کرنا چاہتے تھے، پس امامؑ کو ان تمام مجاہدات میں دیے جانے والے فریب، دھوکہ اور رشوت خوری وغیرہ کا باقاعدہ اندازہ تھا۔

اس کے علاوہ امامؑ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کے دشمن، حکومت کے حصول کے لئے اپنی پیروی و اتباع کرانے میں ہر ممکن حد تک کر سکتے ہیں۔ اور یہی عوام اور اہلبیتؑ کی قیادت میں ہونے والے قیام اور معرکوں میں وہ فکری خلیج اور ذہنی دوری تھی جس کی بنا پر

امام جعفر صادقؑ قیام نہ کر سکے۔

یہ اور اس کے علاوہ بھی دوسرے اسباب تھے جن کی بنا پر امام جعفر صادقؑ نے ہر اس سیاسی روش کو نظر انداز رکھا اور لوگوں کی نظروں سے دور رہ کر اس روش کو اپنایا جو علمی اور فکری اعتبار سے اپنے اندر روح انقلاب اور اس کی جڑوں کو مضبوط کر سکے۔

امامؑ نے اس طریقے کو اپناتے ہوئے علماء، مبلغین بلکہ ظالم حکام کے مقابلے میں عام لوگوں کی تربیت فرمائی اور ان میں اعتقاد، سیاست، احکام فقہ میں غور و فکر اور علوم و اساس شریعت کو اجاگر کیا جس کے ذریعہ وہ دشمن سے مقابلہ کر سکیں جیسا کہ آپؑ نے فرمایا:

"جس شخص نے بھی ظالم کے ظلم کو نظر انداز کیا اللہ اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دیتا ہے جو اس پر ظلم کرے اور اگر وہ دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور اس کے ظلم برداشت کرنے پر اللہ اسے کوئی اجر بھی نہیں دیتا" (۱۱)

اور فرمایا، "ظلم کرنے والا، ظالم کی مدد کرنے والا اور اس پر راضی رہنے والا تینوں ظلم میں شریک ہوتے ہیں" (۱۲)

امام جعفر صادق (ع) کی زندگی کے اس حصہ میں امت اسلامیہ اور خصوصاً امامؑ پر تین سخت ترین حادثات گزرے جو یہ ہیں:

۱۔ جناب زیدؑ کا قیام ۱۲۱ھ:

جناب زید امام جعفر صادقؑ کے چچا، امام علی بنؑ الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے فرزند، آل رسولؐ کی برجستہ شخصیت اور فقہاء اہلبیتؑ میں تھے۔ آپ نے اموی حکام کی طرف سے بے پناہ مصائب، مشکلات اور اذیتوں کا سامنا کیا جس کی بنا پر ان کی انقلابی روح نے دفاع کا تہیہ کیا ان کی نظر میں بنو امیہ سے کلام کا واحد راستہ تلوار اور طاقت تھی اور اس وقت کے حکام سے برتاؤ کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں تھا، لہذا آپ نے اموی حاکم ہشام بن عبدالملک کے خلاف ۱۲۱ھ میں مسلح ہوکر قیام کیا۔ مظلوموں اور پس ماندگان کی قیادت کی یہ جناب زیدؑ کے بھائی امام محمد باقرؑ کی امامت کا زمانہ تھا اور اس وقت امام جعفر صادق (ع) کی عمر مبارک اڑتیس سال تھی۔ اس قیام کے نتیجے میں حکام کی طرف سے اس حد تک ظلم و ستم، فساد اور تکبرانہ رد عمل کا اظہار ہوا ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

مورخین نے اس دور کے پست اور خراب حالات کا مفصل ذکر کیا ہے جس میں سے ہم چند کا ذکر کر رہے ہیں، مشہور مورخ ابوالحسن المسعودی، ہشام بن حکم کی ان الفاظ میں توصیف کرتا ہے،

"وہ (ہشام بن حکم) بہت بڑا حیلہ باز، سخت مزاج، سخت کلام، بیہودہ اور اموال کو جمع کرنے والا ____ تھا" (۱۳)

پھر اس کے بعد کہتا ہے۔

" اس کے زمانے میں نیزے بوئے گئے، نیزے کاٹے گئے پس ہر شخص اپنے اپنے راستے پر چلا، جس کے جو بھی ہاتھ آیا اس پر قبضہ کر لیا، صاحبان فضیلت کم ہوگئے تھے اور مددگار ختم ہوگئے تھے، اس کے زمانے سے بدتر زمانہ کوئی نہیں گزرا " (۱۴)

اور سید ہاشم معروف الحسینی، جہشیاری سے نقل کرتے ہیں۔

" امویوں نے بہت زیادہ ٹیکس واجب کر دیئے تھے جیسے صنعتوں، حرفتوں، شادی اور اشیاء کی لکھا پڑھی پر بھی ٹیکس دینا ضروری کر دیا تھا اور وہ ٹیکس جو ساسانی حکومت کی طرف سے نوروز کے ہدیہ کے نام پر ملتا تھا اسے بھی لاگو کر دیا تھا جس کا سب سے پہلے معاویہ نے مطالبہ کیا تھا اور نوروز کے موقع پر شہر والوں پر ضروری کیا تھا جیسے ہرات کے دہقان نے اسد بن عبداللہ قسری کو جو ہرات میں ہشام بن عبدالملک کا عامل تھا۔

مہرگان (پارسیوں کی عید) کے ہدیہ کے طور پر ادا کیا اور جس کی مقدار دس لاکھ تھی۔ جیسا کہ کامل ابن اثیر کی پانچویں جلد میں ذکر ہے ــــ "۔

اور پھر یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ:

" عبدالملک نے اپنا ایک عامل جزیرہ (حجاز) بھیجا کہ وہاں کے سرداروں کا شمار کرے، اور پورے سال میں تمام لوگوں کی در آمدات کا

حساب کرے اور پھر ان کے ضروری اخراجات چھوڑ کر پورا مال لے لے، پس عامل نے حساب کیا اور ان کے پورے سال کی تمام کمائی سے صرف ان کے نفقے اور ضروری اخراجات کو چھوڑ کر سب کچھ لے لیا، جس کے نتیجہ میں ہر فرد کے اوپر چار دینار واجب الادا قرار پائے"۔

اور پھر لکھتے ہیں:

"اسامہ بن زید والی مصر نے سلیمان بن عبدالملک جمع کئے ہوئے اخراج ٹیکس بھیجے اور اس سے کہا: اے امیر المومنین! میں رعایہ کی پرواہ نہیں کی اور ان کی کوششوں کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ جب میں نے دیکھا کہ خراج ان پر سخت ہے اور ان کی خوشحال زندگی پر اثر انداز ہورہا ہے یا ٹیکس کم کردینے سے شہروں کی ترقی ہورہی ہے یا ان کی معاشیات میں بہتری آرہی ہے تو میں نے اسے چھوڑ دیا اور آئندہ سال اس کی تلافی کے لئے کہہ دیا ہے۔ تو سلیمان نے اس سے کہا! گائے سے جب تک دودھ نکلتا ہے دودھ نکالو اور نہ نکلے تو خون نچوڑ لو۔

خلفاء کبھی کبھی اپنے عملے کے زیر نظر ساری دولت اسے ہی بخش دیتے تھے جس کی مقدار کبھی کبھی دسیوں لاکھ تک پہونچ کو ہوتی تھی۔ والی خراسان کے پاس ٹیکس دو کروڑ درہم تھے جو اسی کو بخش دیئے گئے۔ (۵)

یہ اقتصادی صورتحال اور اسلامی اصول اقتصاد، اور اس کے عادلانہ نظام کے خلاف دولت کی وہ تقسیم تھی جو سیاسی ظلم و جور،

قتل و غارتگری کے علاوہ تھی اور یہ سیاسی و اجتماعی حالات تھے جن میں خود امام جعفر صادق (ع) اور ان سے پہلے ان کے آباء کرامؑ اموی حکومت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے تھے۔

ان اسباب میں سے ایک سبب تھا جس کی بناپر زید بن علیؑ نے انقلاب برپا کیا اور اپنے انقلاب کے لئے کوفہ کو اختیار کیا جس کا سلسلہ دس مہنیوں سے زیادہ جاری رہا اور جس میں انھوں نے اپنے نمائندوں کو دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجا..(۱۷)

... شیعہ اور غیر شیعہ لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور ان کے گرد جمع ہوئے اور ان کے ہاتھوں پر اتنے لوگوں نے بیعت کی کہ صرف کوفہ میں ان کے دیوان میں پندرہ ہزار لوگ موجود تھے جب کہ مدائن ، بصرہ ، واسط ، موصل ، خراسان ، رے اور گرگان کے لوگ ان کے علاوہ تھے۔(۱۷)

ہر غور کرنے والا تاریخ کے ان سیاسی حالات سے حکومت اموی کے ذریعہ امت اسلامیہ پر ہونے والے مصائب کا اندازہ کرسکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کہ یہ بنو امیہ کے مظالم تھے جنھوں نے امت اسلام کے تمام مراکز و علاقوں سے روح انقلاب کو اس حد تک دبا رکھا تھا جس کی وجہ سے فطری اور طبیعی طور پر عدل و انصاف کا برداشت نہ کرپانا اور اس کا منفی رد عمل ہونا لازمی تھا۔ اس بات کا جائزہ ہم اموی حکام کے رویوں سے لے سکتے ہیں ، جس کا ہم نے ایک گوشہ ابھی پیش کیا ہے اور دوسری طرف انقلابیوں اور ان کی قیادت کرنے والی شخصیتوں کے ذریعہ

بھی ہم اس کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

زیدؑ ایک ایسے انقلابی قائد و رہبر تھے جن کی تعریف میں ابو جارود کہتا ہے "میں مدینہ پہونچا اور جس قدر بھی زیدؑ بن علیؑ کے بارے میں پوچھا مجھ سے کہا گیا کہ وہ قرآن کے ساتھی اور اس پر مکمل عمل کرنے والے ہیں" (۱۸)

طبری ان کی تعریف اس انداز میں کرتا ہے "وہ (زید بن علیؑ) عبادت گزار، صاحب ورع و تقویٰ، سخی اور شجاع انسان تھے" (۱۸)

زید وہ شخص تھے جن کی تائید فرقہ حنفیہ کے بانی ابو حنیفہ النعمان بن ثابت بھی کرتے تھے اور انھوں نے زید کی نصرت میں زکات کو صرف کرنے کا فتویٰ دیا تھا جس پر انھیں تہمتوں اور اذیتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا، جسے بہت سے مورخین و مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے جن میں سے ہم استاد محمد اسماعیل ابراھیمی کا ذکر کر رہے ہیں جو حنفی مذھب کے فقیہ ابو حنیفہ کے کردار، اموی حکام کے سلسلے میں ان کی رائے، انقلاب زید اور خلافت پر آل محمدؐ کے حق کے سلسلے میں اس طرح رقمطراز ہیں:

" ابو حنیفہ، بنوامیہ کے نا حق منصب خلافت پر قبضہ کے خلاف تھے اور ان کی تلوار اور مکاری کی قوت سے حاصل کی ہوئی حکومت کی مخالفت کرتے تھے اسی بنا پر وہ دل سے امام علیؑ بن ابیطالب اور ان کے فرزندان کے راستے کیطرف مائل تھے جو اموی ظلم و ستم کا نشانہ بنے

ہوئے تھے۔ ابو حنیفہ کو زید بن علی زین العابدینؑ کے قتل کئے جانے کا بے پناہ ملال تھا جو ان کی نظر میں انصاف پسند رہبر اور اپنی فضیلتوں کی بنیاد پر خلافت کے مستحق تھے۔ ابو حنیفہ اہلبیتؑ سے محبت اور امویوں سے عداوت رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ حکومت میں امویوں کے کسی بھی منصب پر آنے کے قائل نہ تھے اور اپنے دروس میں اکثر اوقات پیروان علیؑ کی طرف میلان کا اظہار بھی کیا کرتے تھے جو ابن ہیرہ والی کوفہ کی ان سے دشمنی کا سبب بنا اور پھر وہ ان کی نگرانی کرنے لگا تاکہ ان سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے جس کو بہانہ بناکر وہ ان پر عتاب اور سختیاں کرے۔ پس جب انھیں حکومت کی طرف سے قاضی کا عہدہ دیا گیا اور انھوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا تو ابن ہیرہ نے اسے حکومت کی مخالفت کا نام دیکر انھیں مارا پیٹا اور قید کردیا۔ جس کے بعد داروغہ زندان کی مدد سے ابو حنیفہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے اور مکہ چلے گئے جہاں عباسیوں کی حکومت کے قیام تک قیام کیا اور حالات کے بہتر ہو جانے پر کوفہ واپس چلے آئے۔(۲۰)

ان سخت اور بدترین حالات میں زیدؑ نے قیام کیا اور کوفہ میں انقلاب برپا کیا جس میں ہر طبقے کے لوگوں نے اپنی امیدیں قیام زید سے باندھیں اور ان کی آواز پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ جناب زید نے اس لئے قیام نہیں کیا تھا کہ وہ خلافت یا امامت چاہتے تھے بلکہ انقلاب سے ان کا مقصد صرف اور صرف آل محمدؐ کی رضامندی اور ان کے لئے بہبودی

فراہم کرنا تھا اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ زمانۂ حاضر میں ان کے برادر محترم امام باقرؑ اہلبیتؑ میں امام منصوص ہیں جس کی طرف خود اشارہ بھی کرتے تھے اور جس کے سبب وہ امام باقرؑ سے مستقل مشورے بھی لیا کرتے تھے ۔ ان کا قطعی نظریہ یہ تھا کہ انقلاب میں مکمل کامیابی کے بعد وہ حکومت امام باقرؑ کو سونپ دینگے ۔ اگرچہ امام محمد باقرؑ نے انھیں یہ خبر بھی دیدی تھی کہ ان کے آباء کرام نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ بنو امیہ کب تک حکومت کرینگے اور وہ (زید) ہشام کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے جرم میں اس کے ہاتھوں قتل کردیے جائینگے ۔

مسعودی لکھتا ہے :

" زیدؑ بن علیؑ نے اپنے بھائی امام باقرؑ بن علیؑ بن الحسینؑ سے مشورہ لیا تو انھوں نے اہل کوفہ پہ بھروسہ کرنے سے منع کیا کیونکہ وہ غدار و مکار ہیں اور (امامؑ نے) ان سے کہا ، وہاں تمہارے جد محترم علیؑ قتل ہوئے اور وہیں تمہارے چچا حسنؑ طعنوں کا نشانہ بنے اور وہیں تمہارے باپ حسینؑ کو قتل کیا گیا اور کوفہ اور اس کی حرکتوں ہی کی بنا پہ اہلبیتؑ مصائب کا نشانہ بنے ، اور انھیں ان تمام باتوں کی خبر دی جن کا انھیں علم تھا کہ بنو مروان کی حکومت کب تک برقرار رہیگی اور ان کے بعد بنو عباس کیا کریں گے ۔ زید نے حق کے مطالبے پہ اصرار کیا ۔ جس کے جواب میں امامؑ نے ان سے فرمایا ، میں آنے والے اس دن سے ڈر

رہا ہوں کہ تم مجھے الوداع کہو اور کوفہ کے کینسہ پر صولی پر لٹکائے جاؤ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پھر تم مجھ سے کبھی نہ مل سکو گے" (۲۱)

امام باقرؑ نے سچ فرمایا تھا۔ زید نے قیام کیا جس کے نتیجہ میں وہ کوفہ میں قتل کیے گئے اور ان کے دوستوں نے انھیں خفیہ طور پر دفن کردیا۔ جس کے بعد ہشام بن عبدالملک اموی نے قبر سے ان کے جسم کو نکالنے اور برہنہ صولی پر لٹکانے کا حکم دیا اور ویسا ہی کیا گیا۔

زید شہید کا قتل اور پھر ان کا مثلہ کیا جانا وہ دردناک حادثہ تھا جس نے امت مسلمہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ضمیروں میں بیداری کی آگ بھڑکا دی اور روح انقلاب دوڑادی جس کے نتیجے میں حکومت اموی کے خاتمے کی تحریکوں میں تیزی پیدا ہوگئی اور پھر زید کے قتل کے بعد اموی حکومت گیارہ مہینوں سے زیادہ باقی نہ رہ سکی جس کا بیشتر حصہ ایسے انقلابات سے بھرا ہوا تھا جس میں اہلبیت نبویؐ کے افراد قیادت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

اہلبیت نبویؐ اور امت مسلمہ پر ہونے والے تمامتر مصائب و مشکلات اور ظلم و ستم کا سب سے زیادہ اثر امام جعفر صادقؑ کی شخصیت اور آپ کی سیاسی و اجتماعی تحریک کی ترقی پر پڑتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے دیکھ لیا کہ سلاطین حکومت کے خلاف، قیام کرنے کے حالات فراہم نہیں ہیں تو آپؑ نے علمی روش اختیار کی اور تحفظ شریعت اور علماء و صاحبان علم و فقہ و حدیث کے سلسلے کی تربیت کا بیڑا اٹھالیا ــــ اگرچہ

اس علمی روش کے باوجود ہشام بن عبدالملک امام صادق (ع) اور آپ کے والد گرامی امام باقر (ع) سے گھبراتا تھا اور اسے یہ خوف تھا کہ امامؑ ، علوی انقلابیوں کی سرپرستی کرتے ہیں جس کی بناپر اس امر کی تحقیق کے لئے ان دونوں اماموں علیہما السلام کو اس نے شام طلب کرلیا لیکن اپنی دشمنی کی کوئی دلیل فراہم نہ کرسکا ، جس کے بعد لطف الٰہی کے سائے میں آپ دونوں حضرات مدینہ واپس آگئے ۔

۲۔ اموی حکومت کا زوال ۱۳۲ھ

امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد امامت میں دوسرا ، اہم ترین حادثہ بنوامیہ کی حکومت کا زوال اور بنوعباس کی حکومت کا قیام تھا جنھوں نے بظاہر بنوامیہ کے خلاف انقلاب برپا کرنے میں اپنا نعرہ اہلبیت (ع) کی محبت اور نصرت رکھا تھا لیکن درپردہ ان کا مقصد حکومت حاصل کرنا تھا ۔ ابتدا میں اس شورش کا سرغنہ ابراہیم بن محمد عباسی تھا لیکن اس کے قتل کے بعد اس کے بھائی ابو العباس عبداللہ بن محمد عباسی نے بیعت لی ۔

جب ابو سلمہ خلال کو ابراہیم کی موت اور ابوالعباس کی بیعت کی خبر ملی تو وہ اس تبدیلی سے گھبرایا اور اس نے بیعت کے لئے امام جعفر صادق (ع) کی طرف رخ کیا اور ایک خط کے دو نسخے لکھ کر نامہ

رساں کو دیئے کہ ایک نسخہ امام جعفر صادق (ع) اور دوسرا عبداللہ بن حسن [۲۲] کے لیے تھا جو علویوں کی بزرگ شخصیت اور امام جعفر صادقؑ کے نقیبوں میں سے تھے۔ اور نامہ رساں کو حکم دیا کہ اس کا پہلا نسخہ لیکر امام جعفر صادقؑ کے پاس جائے اور ان سے مطالبہ کرے کہ وہ کوفے آکر بیعت لیں اور تخت خلافت سنبھالیں اور کہا کہ اس امر پر وہ امامؑ سے اصرار کرے اور اگر وہ قبول کرلیں تو پھر کسی اور کا رخ نہ کرے۔

کیونکہ امامؑ ہی قیادت کے اہل ہیں۔ اور اگر قبول نہ کریں تو دوسرا نسخہ لیکر عبداللہ بن حسن کے پاس جائے۔ قاصد خط لیکر امام جعفر صادقؑ کے پاس پہنچا اور اپنے مطالبہ کا ذکر کیا۔ امامؑ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور خط کو لیکر قاصد کے سامنے ہی جلادیا۔ اور قاصد سے کہا کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے اس کی خبر اپنے آقا کو دیدے۔ اور پھر آپ نے کمیت بن زید کا شعر دہرانا شروع کردیا (جس کا مفہوم یہ ہے)۔

"اے بھڑکتے ہوئے شعلو! تمہاری روشنی دوسروں کیلئے ہے۔

و، اور اے لکڑی جمع کرنے والے تو دوسروں کیلئے لکڑی جمع کررہا ہے!" [۲۳]

پھر قاصد خط لیکر عبداللہ بن حسن کے پاس پہونچا۔ انھوں نے خط لیکر پڑھا تو خوش ہوئے لیکن ان میں اتنی صلاحیت نہیں تھی اس جیسے اہم معاملے میں اپنے موقف کا تعین یا کوئی اقدام امام جعفر صادقؑ کی اطلاع کے بغیر کرسکتے۔ انھیں یہ خیال تھا کہ امامؑ ان کی تائید بلکہ اس

بات پر خوش بھی ہونگے لیکن امامؑ نے قاصد کے سامنے اپنے اقدام سے انھیں آگاہ کیا اور انھیں اس امر کو قبول کرنے سے منع کرتے ہوئے اس کے انجام سے باخبر کردیا.

امام جعفر صادق (ع) ، اپنے والد اور آباء کرامؑ کے ذریعہ رسول اللہؐ سے حاصل ہونے والے علم کی بنیاد پر تمام مصائب و حوادث سے باخبر تھے اور آپکو تمام حادثات و واقعات کے پس منظر اور نتائج کا علم بھی تھا ۔ اس سلسلے میں ہم امام محمد باقرؑ کی ایک روایت نقل بھی کر چکے ہیں اور یہاں پر اس روایت کا ذکر کررہے ہیں جس میں رسول اللہ (ص) اپنے اہلبیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

" اللہ نے ہم اہلبیتؑ کے لئے دنیا پر آخرت کو اختیار (مقدم) کیا ہے اور میرے اہلبیتؑ میرے بعد مصائب و مظالم اور تنہائی کا شکار کئے جائیں گے ، یہاں تک کہ مشرق سے ایک قوم نکلے گی جن کے پاس سیاہ پرچم ہونگے اور جو نیکی چاہیں گے تو لوگ ان سے نیک برتاؤ نہیں کریں گے اور ان سے جنگ کریں گے جس میں اہل خیر کی فتح ہوگی جس کے بعد وہ جس نیکی کے پہلے طلبگار تھے اسی کو تقسیم کرینگے تو لوگ اسے قبول نہ کرینگے ۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے اہلبیتؑ کی ایک فرد کو پرچم دے دینگے جو دنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی ۔ پس تم میں سے جو بھی اس تک پہنچ سکے اس

کی اطاعت کرے چاہے برف پر دوڑ کر ہی پہنچنا پڑے " (۲۴)

عبداللہ بن حسن نے امام جعفر صادق (ع) کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور کہا : لوگ میرے بیٹے محمد کے لئے کہہ رہے ہیں کہ وہ اس امت کا مہدی ہے ۔ تو امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا : " خدا کی قسم وہ اس قوم کا مہدی نہیں ہے اور اگر اس نے تلوار اٹھائی تو قتل کیا جائیگا " ۔ جس پر عبداللہ نے امامؑ کی مخالفت کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ خدا کی قسم آپؑ صرف حسد کی بنیاد پر مجھے منع کر رہے ہیں ۔ امامؑ نے جواباً فرمایا : " خدا کی قسم یہ صرف میری تم سے نصیحت ہے " (۲۵)

امامؑ نے سچ فرمایا تھا ؛ کیونکہ ابو سلمیٰ الخلال کے قاصد کی واپسی سے پہلے ہی ابو العباس السفاح کی بیعت ہو چکی تھی ۔

اور بنو عباس حکومت پر قابض ہو چکے تھے اور اہلبیتؑ سے برگشتہ اور ان سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے (اگرچہ ان کا انقلاب اہلبیتؑ کے دفاع کے نعرے سے ہی برپا ہوا تھا اور ان کی بنیاد اہلبیتؑ کی مظلومیت کو کم کرنا اور لوگوں کو ان کی محبت کی طرف مائل کرنا تھا) ، جس کے بعد محبان علیؑ پر اس قدر مظالم ڈھائے گئے جتنے ظلم و جور کسی دوسرے پر بنو عباس کے ہاتھوں نہیں ہوئے ، یہاں تک کہ بنو عباس کا پہلا خلیفہ ابو العباس ہی قتل و غارتگری کی بنا پر سفاح (خونریز) کے نام سے مشہور ہوگیا ۔ ان شدید ترین مصائب کا شکار امام جعفر صادق (ع) بھی ہوئے اور آپ پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا ۔

لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ ابو العباس سفاح امام جعفر صادقؑ کی منزلت اور آپؑ میں موجود عظیم رہبری کی صلاحیت کے خوف سے آپؑ پر مصائب ڈھاتا ہے اور آپ پر عرصہ حیات تنگ کرتا ہے، جس کے بعد خدا حالات تبدیل کر دیتا ہے اور امامؑ مدینے پلٹ آتے ہیں تاکہ علمی و تربیتی روش کو جاری رکھ سکیں۔ جب خلافت ابو جعفر منصور کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے تو وہ امامؑ کی اعلیٰ منزلت، عظیم شخصیت، اور دنیا میں آپ کی شہرت اور اس علمی مرتبہ کی بنیاد پر جو اس دور کے تمام علماء اور سیاستدانوں پر حاوی تھا، کی وجہ سے اسکے بغض و حسد میں اور شدت پیدا ہوجاتی ہے، جس کے سبب ابو جعفر منصور امام (ع) کو اپنے دربار میں بلاتا ہے اور متعدد مرتبہ مدینہ سے عراق صرف اس لئے بلاتا ہے کہ مخالفت تحقیق کر سکے اور یہ اطمینان پیدا کرسکے کہ امامؑ، عباسی حکومت کے خلاف خاموشی سے کسی تحریک کی قیادت تو نہیں کررہے ہیں کیونکہ ابو جعفر منصور امامؑ کی جانب امت کے رجحان و میلان سے واقف تھا اور امامؑ کی صلاحیتوں اور آپ کی مستحکم شخصیت کے بارے میں بھی جانتا تھا حتیٰ کہ اسے عباسی تسلط کے خلاف علویوں کی تحریکوں کا اندازہ تھا جو اہلبیتؑ نبوی کی قیادت کے طلبگار تھے۔

ابو جعفر منصور نے بہت کوشش کی کہ امامؑ کا رجحان اپنی جانب موڑ لے لیکن وہ ہمیشہ ناکام رہا کیونکہ امامؑ کے تمامتر اقدامات عباسی

حکومت کے خلاف تھے جسے وہ جانتا تھا اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ امامؑ کے اقدامات، مسلمانوں کے حق میں حکم شرع کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان سے حکومت کا پردہ فاش ہوتا ہے جس کے سبب عوام میں اس کی شخصیت کمزور ہورہی ہے اس پر شریعت کا چڑھا ہو خلاف اتر رہا ہے اور اس کے زوال کی فضاء ہموار ہورہی ہے۔ اور امامؑ کا اٹھایا ہوا یہ قدم ہمیشہ ظالم حکومتوں کے خلاف علماء و مفکرین کا صحیح طریقہ کار رہا ہے۔

اسی بناپر ابو جعفر منصور امام جعفر صادق (ع) کو خط لکھتا ہے جس میں آپ کا حقیقی قرب اور آپ کی دوستی چاہتا ہے، لکھتا ہے، آپ جس طرح لوگوں سے قریب ہیں اس طرح ہم سے کیوں نہیں قریب ہوتے ؟ تو امامؑ جواب میں لکھتے ہیں: "تو ہم سے جس سلسلے میں گھبرایا ہے ہم وہ نہیں کرینگے اور تیرے پاس آخرت کے سلسلے میں کچھ نہیں ہے جس کے لئے ہم تجھ سے امید کریں اور نہ تیرے پاس کوئی ایسی نعمت ہے جس پر تجھ کو مبارک باد کہیں اور نہ تجھ سے کوئی سختی اور برائی دیکھتے ہیں کہ جس پر تجھ کو تعزیت کہیں"۔

پھر منصور لکھتا ہے: تم میرے پاس آؤ تاکہ ہمیں نصیحت کرو۔

تو امامؑ جواب دیتے ہیں، " جو دنیا کا طلبگار ہے، وہ تجھے نصیحت نہیں کرے گا اور جو آخرت چاہتا ہے وہ تیری ہمنشینی اختیار

نہیں کرے گا"(۳۶)

امامؑ کے اس جواب سے ابو جعفر منصور کے غصہ میں اور اضافہ ہوگیا اور وہ آپ کی محبوبیت سے اور ڈرنے لگا اور امام جعفر صادقؑ کے اقدامات سے حیرت زدہ اور عاجز رہنے لگا ، یہاں تک کہ وہ امامؑ کے سلسلے میں کہتا ہے کہ : " یہ خلفاء کے گلے کی ایسی ہڈی ہیں جس سے انکار ممکن نہیں ہے ۔

اور نہ ہی انھیں قتل کیا جاسکتا ہے ۔ اے کاش ! اگر ہم اور وہ ایک شجرے سے ہوتے جس کی اصل پاکیزہ ، ٹہنیاں تناور ، پھل میٹھے ، اور نسل میں برکت ہوتی ، تب میری عقل میں وہ پاکیزگی ہوتی جس کی تعریف نہ ہو سکتی ، نہ جانے کیوں یہ ہم سے اس قدر نالاں اور ہمارے بارے میں اتنا بدبیں ہیں"(۳۷)

۳۔ انقلاب محمد بن عبداللہ بن حسن (نفس زکیہ) ۱۴۵ھ

امام جعفر صادق (ع) کے دور امامت میں تیسرا اہم ترین حادثہ محمد نفس زکیہ کا انقلاب تھا جو ابو جعفر منصور کے عہد حکومت میں برپا ہوا ۔ ابو جعفر منصور اپنے بھائی ابو العباس سفاح کے بعد ۱۳۶ھ میں تخت نشین ہوا جو پہلے کے حکام کے مقابلے میں اہلبیت نبویؐ سے زیادہ عداوت و دشمنی رکھتا تھا ۔

اس کا زمانہ مسلمانوں کے حق میں مصائب و مشکلات کا زمانہ

تھا ۔ جس کے سبب امامؑ کے چچا زاد بھائی محمد بن عبداللہ بن حسن نے تحریک شروع کی ۔ ہم عبداللہ بن حسن اور ان کے بیٹے محمد کے خلافت اختیار کرنے کے سلسلے میں امام جعفر صادق (ع) کا موقف ابھی ذکر کر چکے ہیں ، کہ امامؑ کو علویوں کی تحریک کی پسپائی کا یقین تھا ۔ اور تیرہ سال پہلے بنوعباس کی شورش کے آغاز کے وقت عبداللہ بن حسن بھی امامؑ کے اسی موقف کے حامی تھے ۔ اور اسی وقت امامؑ نے انھیں خبر دیدی تھی کہ تخت خلافت ، بنو عباس ہی کے قبضے میں رہیگا اور ان کا بیٹا محمد ، منصور کے ہاتھوں مارا جائیگا ، جیسا کہ عبداللہ بن حسن کے ساتھ امام جعفر صادقؑ کی گفتگو میں ذکر ہے کہ امامؑ نے فرمایا تھا ،

" ــ یہ (ابو جعفر منصور) ، اسے (محمد کو) احجار زیت کے مقام پہ قتل کرے گا ، پھر اسکے بھائی کو طفوف کے مقام پہ قتل کر ڈالے گا " جبکہ اس کے گھوڑے کے پاؤں پانی میں ہوں گے

اس کے بعد امامؑ غصہ سے کھڑے ہوگئے اور جاتے وقت آپؑ کا عالم یہ تھا کہ آپ کی رداء زمین پہ گھستی جارہی تھی ، ابو جعفر منصور بھی امامؑ کے ساتھ ہو لیا اور اس نے کہا ، اے ابو عبداللہ آپ جانتے ہیں کہ آپؑ نے کیا کہا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا ،

" ہاں خدا کی قسم میں جانتا ہوں اور یہ ہو کے رہے گا " (۴۸) .

(پھر جب ابو جعفر منصور تخت خلافت پہ بیٹھ گیا تو وہ امامؑ

کے نام کے ساتھ ہمیشہ آپ کو صادق کہا کرتا تھا اور جب بھی آپ کا ذکر کرتا تو کہتا کہ صادق جعفرؑ بن محمدؑ نے مجھ سے یہ کہا اس طرح یہ لقب باقی رہ گیا۔[۲۹]

محمد (صاحب نفس زکیہ) نے قیام کیا اور ابو جعفر منصور پر تسلط بھی حاصل کرلیا۔ امام جعفر صادقؑ بھی منصور کے خلاف تھے لیکن آپؑ اپنے مخصوص موقف پر برقرار رہے اور آپؑ میں بھی وہی احساس تھا جو محمد بن عبداللہ بن حسن میں تھا لیکن اختلاف، ظاہر اور باطن میں تھا کہ امام جعفر صادقؑ پر تمام حقائق روشن تھے جو محمد بن عبداللہ پر ظاہر نہ تھے، جس کے سبب امامؑ قیام کے مخالف تھے۔ امامؑ جانتے تھے کہ یہ قیام ناکام ہوجائیگا اور اس کے نتیجے میں اہلبیتؑ کو جن مصائب و مشکلات کا سامنا ہوگا اس سے بھی وہ باخبر تھے۔ اور اور نتیجہ وہی ہوا جس کی امامؑ نے اطلاع دی تھی۔

تاریخ شاہد ہے کہ محمد (صاحب نفس زکیہ) نے حق کی دعوت دی اور انھوں نے اپنے باپ، چچاؤں اور ان کے اہل خاندان کا سہارا لیکر مدینہ میں انقلاب کا اعلان کیا، پھر انقلاب ناکام ہوگیا اور محمد کو قتل کر دیا گیا اور ان کے بعد مصر میں ان کے بیٹے علی کو اور سندھ میں ان کے بیٹے عبداللہ کو بھی قتل کردیا گیا۔ یمن میں ان کے بیٹے حسن کو گرفتار کرلیا گیا اور قید میں اسے موت آگئی اور مغرب میں ان کے بھائی سے دغا کی گئی اور زہر دیدیا گیا۔ اس کے بعد ان کے بھائی یحیی نے بصرہ میں انقلاب کا

اعلان کیا اور اپنے انصار کو لیکر کوفے کا رخ کیا جس میں وہ بھی کوفے کے نزدیک قتل ہوگئے۔

یہ علویوں کے انقلابات کا نتیجہ تھا جس میں اہلبیتؑ پر مصائب و مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ظاہر سی بات ہے کہ امام جعفر صادق (ع) بھی ان مصائب سے محفوظ نہ تھے، کیونکہ خلیفہ عباسی منصور کا امام جعفر صادقؑ سے ان انقلابات کی بناپر خوف و ہراس بڑھ گیا تھا اور وہ خیال کرنے لگا تھا کہ بنو عباس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز میں اصل ہاتھ امام جعفر صادقؑ ہی کا ہے۔ جس کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت محمد نفس زکیہ کا انقلاب مضبوط ہورہا تھا تو منصور امامؑ کو عراق بلاتاہے اور آپ پر محمد نفس زکیہ کی پشت پناہی اور تقویت کی تہمت لگاکر مصائب ڈھاتاہے اور آپؑ کا محاکمہ کرتاہے تاکہ امامؑ اس کی اطاعت و اتباع پر راضی ہوجائیں۔

لیکن جب منصور امام جعفر صادقؑ کے درست اور سچے بیانات سے مطمئن ہوجاتاہے کہ آپؑ محمد کے قیام کے مخالف ہیں تو امامؑ کو چھوڑدیتا ہے۔ اسی طرح محمد نفس زکیہ کے قتل کے بعد پھر منصور امامؑ کو مدینہ سے عراق اس الزام کی بناپر بلایا ہے کہ وہ محمد کے اتباع و انصار اور ان کے لشکر والوں کے اموال اور اسلحے جمع کررہے ہیں۔ پھر ان جاسوسوں کو بلایا جنھوں نے امامؑ کے سلسلے میں غلط معلومات اور جھوٹی

باتیں کہی تھیں کہ وہ امامؑ کے سامنے آکر تمام باتیں بتائیں۔ تو ایک شخص آیا جس سے امامؑ نے کہا کہ وہ قسم کھاکر کہے کہ جو باتیں اس نے آپ کے بارے میں کہی ہیں، صحیح ہیں۔ تو اس نے ان الفاظ میں قسم کھائی کہ "قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں جو غالب، حی، و قیوم ـــ ہے"

امامؑ نے جواباً کہا، "تو وہ قسم کھانے میں جلدی نہ کر، میں تجھ سے قسم کھلاؤں گا"

منصور نے امامؑ سے پوچھا، "آپ نے اس کی قسم کو کیوں قبول نہیں کیا؟"

تو امامؑ نے توحید و ربوبیت کے عالم کی حیثیت سے فرمایا، "بیشک اللہ حیّ اور کریم ہے۔ اگر بندہ اس کی طرف غلط بات منسوب کرتا ہے تو وہ بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا، اے شخص اس طرح کہہ کہ، میں اللہ کی قوت و طاقت کا انکار کرتا ہوں اور اپنی قوت و طاقت پر اعتماد کرتا ہوں، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں سچا ہوں۔

منصور نے اس شخص سے کہا: جس طرح ابو عبداللہؑ نے قسم کھانے کے لئے کہا ہے اس طرح قسم کھا، اس شخص نے اسی انداز سے قسم کھائی اور ابھی اس کی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ مرگیا۔ یہ دیکھ کر منصور حیران ہوگیا اور اس کے ہمنشین کانپنے لگے اور اس

نے امام (ع) سے کہا ،

اے ابو عبداللہؑ اگر آپ چاہیں تو مدینہ رسولؐ واپس چلے جائیں اور اگر چاہیں تو یہیں قیام کریں ہم آپ کے اکرام و احترام میں ذرہ برابر کمی نہ کرینگے اور خدا کی قسم اب میں آپؑ کے خلاف کبھی کسی کی بات قبول نہ کرونگا (۳۰)

یہ وہ بدترین سیاسی حالات تھے جن میں امامؑ نے زندگی گزاری جس کی فضا دشمنی ، عداوت ، ظلم اور جاسوسی سے بھری ہوئی تھی لیکن ان حالات میں بھی اپنی حکمت الہیہ اور عزم معصم کے ذریعہ امامؑ اپنے تبلیغی فرائض انجام دیتے رہے اور علم و معرفت کی تعلیم کے ذریعہ علماء ، فقہاء اور متکلمین کی نسلوں کی تربیت کرتے رہے۔

امام جعفر صادقؑ کی علمی منزلت

۱۔ امامؑ کے زمانے کے علمی و ثقافتی حالات

امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ ایک لحاظ سے اسلامی افکار، دم اور ثقافت کی ترقی اور دوسری طرف سے عوامی تہذیب و افکار اور دوسری معارف کی برتری اور عروج میں دوسرے زمانوں سے امتیاز رکھتا ہے۔ آپؑ ہی کے زمانے میں دوسری زبانوں کے علوم و معارف اور فلسفوں کے عربی زبان میں ترجمہ کا عروج تھا اور مسلمانوں نے ان علوم و معارف کے استقبال کے ساتھ ساتھ اس میں غور و فکر کی اور ان کے اصولوں میں دقت اور ان کے دائروں میں وسعت بھی پیدا کی، جس کے سبب اسلامی معاشرے میں علمی و فکری تحریک ترقی پذیر ہوئی، اور علمی افکار میں اضافہ ہوا مسلمان علوم طب، نجوم، کیمسٹری، فزکس اور ریاضیات جیسے علوم و معارف کے حصول میں مشغول ہوئے، اسی زمانے میں فلسفہ، منطق اور تفکر کے اصول یونانی اور فارسی زبان سے عربی میں منتقل

ہوئے اور مسلمانوں میں فلسفے اور عقائد کی نئی راہیں ہموار ہوئیں۔ طبیعی طور پر یہ ثقافتی جدوجہد بھی رو عمل سے محفوظ نہ رہ سکی اور اسلامی عقائد و افکار میں انحرافات پیدا ہوئے، جس کے سبب مسلم معاشرے میں شک و الحاد پیدا ہوا اور نئے اور نادر قسم کے علمی اعتقادی نظریات کو لیکر اعتقادی فرقے اور مذاہب وجود میں آئے جو طویل علمی اور اعتقادی ٹکراؤ کے بعد معاشرے میں اپنا وجود تسلیم کرانے میں کامیاب ہوگئے حالانکہ ان کا کھوٹاپن اور ضعف بھی ظاہر تھا۔ اگرچہ امام جعفر صادق (ع) کے عہد کی اس علمی و ثقافتی ترقی اور وسعت کا فائدہ یہ ہوا کہ اس دور میں اسلامی معاشرہ نہایت درجہ ترقیوں اور عروج سے ہمکنار ہوا، اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس دور میں ایسے بہت سے حوادث و واقعات اور سیاسی، اقتصادی، اور اجتماعی مشکلات دیکھتے ہیں جن میں شریعت کی رائے اور حکم مذہب کی احتیاج در پیش ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں فقہی مکاتب و آراء پیدا ہوتے ہیں اور علماء فقہ و اجتہاد نمودار ہوتے ہیں۔

معاشرے کے ان فکری، ثقافتی اور علمی حالات و حوادث سے ہمیں امام صادق (ع) کی علمی منزلت کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے، اس عہد کے اس مختصر تعارف کے بعد ہم امام علیہ السلام کے علمی مراتب کو پیش کرینگے۔ (تاکہ امام (ع) کی علمی زندگی کا صحیح اندازہ کیا جاسکے)۔

۲۔ آپ کا علمی مقام

ان ہی عوامی حلقوں اور علمی و ثقافتی ترقی کے دور میں امام جعفر صادق (ع) نے اپنی زندگی گزاری اور اپنی علمی اور اعتقادی ذمہ داریوں کو پورا فرمایا اور ایک ایسے امام، استاد اور عالم کی طرح رہے کہ جس کی علماء میں کوئی نظیر نہ تھی اور اساتذہ میں کوئی استاد اور صاحب معرفت ان جیسا نہ تھا۔ آپ ایسے علمی عظمت و منزلت اور منفرد مقام پر فائز تھے. جہاں سے معرفت کے چشمے جاری ہوتے ہیں اور پورے زمانے کے علماء و اساتذۃ آپ کی ذات سے کسب فیض کیا آپ کی حیثیت اس علمی و اعتقادی مضبوط ستون جیسی ہے جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے اور آپ نے اپنے گرد علمی حلقوں کو بڑی وسعت دی.

اگرچہ حکام کے ٹکراؤ اور اس دور کی بے راہ روی کا شکار تاریخ نے امامؑ کی عظیم شخصیت پر اثر ڈالا، لیکن اس کے باوجود افق اسلام پر آپ کی شخصیت ایک تابناک ستارے کی طرح روشن ہے اور اسلام کے عظیم ترین مرکز کی طرح درخشان ہے۔

امام جعفر صادق (ع) نے علوم و معارف اپنے آباء کرام کے ذریعہ رسول اللہؐ سے کسب کیے تھے اور شریعت اسلامیہ کی نشرو اشاعت اور اس کی واقعی صورت کے حفظ و بقاء میں ایک امامؑ کی حیثیت سے اپنے فرائض کی انجام دہی فرما رہے تھے۔

جب تک آپ اپنے والد گرامی امام محمد باقر (ع) کے زیر سایہ رہے تب تک مسجد نبوی میں درسگاہ اہلبیتؑ کے وجود میں لانے، علوم و معارف کی نشر و اشاعت اور فقہاء، مفسرین، محدثین اور مختلف علوم کے محصلین میں علوم و معارف اہلبیتؑ کو پھیلانے میں ان کے شریک رہے۔ جس کی بناپر علماء اور شیوخ علوم و معارف آپ کے گرویدہ رہ کر اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے رہے،

یہاں تک کہ علوم و معارف اسلامی جیسے تفسیر، حدیث، کلام اور اخلاق وغیرہ میں ائمہ مسلمین میں سے کسی نے بھی امت اسلامیہ کو اتنا فیض نہیں پہونچایا جتنا فیض امام محمد باقرؑ اور آپ کے فرزند امام جعفر صادقؑ نے امت کو پہونچایا، ائمہ فقہ نے ان دونوں اماموں کی شاگردی کی، ان سے احادیث اخذ کیں اور ان کے سایہ علم و معرفت میں زندگی گزارتے رہے۔ اور اسی بناپر ہم دیکھتے ہیں کہ علماء، فقہاء، محدثین، فلاسفہ، متکلمین، اور علماء علوم طبیعت وغیرہ امام جعفر صادق (ع) کے علمی مقام اور منزلت کا کلمہ پڑھتے نظر آتے ہیں۔

ہماری یہ مختصر تحریر اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم امامؑ کے علمی مقام کے سلسلے میں کہی گئی ساری باتوں کو پیش کریں، لہذا ہم یہاں پر صرف علماء اور ائمہ حدیث و روایت سے مشہور و معروف اعترافات کے ذکر پر اکتفاء کرینگے۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "جعفر صادق بن محمد بن علی بن الحسین (ع) اپنے بھائیوں میں تنہا اپنے والد گرامی محمدؑ بن علی (ع) کے جانشین اور ان کے بعد منصب امامت کے لئے ان کے وصی تھے، فضائل میں سب سے برتر، ذکر خدا میں مشہورترین، قدرو منزلت میں سب سے عظیم اور عوام و خواص میں سب سے محترم تھے، بے شمار علوم آپ سے نقل ہوئے اور دنیا بھر میں پھیلے جتنے شاگردان علوم و اخبار آپ کو نصیب ہوئے اہلبیتؑ میں کسی کو نصیب نہ ہوئے اور جتنی احادیث آپؑ سے نقل ہوئیں اتنی کسی امام سے نقل نہ ہوئیں۔ یہاں تک کہ جب اختلاف آراء و اقوال کے باوجود آپ کے ثقہ راویوں کے اسماء گرامی جمع کئے گئے تو ان کی تعداد چار ہزار افراد پر مشتمل تھی" (۳۰)

علامہ محقق سید محسن امین نقل کرتے ہیں: "حافظ ابن عقدہ الزیدی نے اپنی کتاب رجال میں آپ کے ثقہ راویوں کی تعداد چارہزار لکھی ہے جنھوں نے صرف آپؑ سے احادیث نقل کیں اور ان کی تصنیفات کا ذکر بھی کرتا ہے ..." (۳۲)

اور فرماتے ہیں:

"نجاشی اپنی کتاب رجال میں اپنی سند کے ساتھ حسن بن علی الوشا سے ایک حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں، میں نے مسجد کوفہ میں نو سو علماء کو دیکھا جن میں سے ہرایک کہہ رہا تھا جعفر بن محمدؑ نے مجھ سے فرمایا، اور آپؑ فرماتے تھے کہ:

"میری حدیث میرے والد کی حدیث ہےاور میرے والد کی حدیث میرے جد کا کلام ہے اور میرے جد کا کلام علی بن ابیطالب کا قول ہے اور قول علیؑ فرمان رسول اللہؐ ہے اور فرمان رسول اللہؐ حکم خدائے عزوجل ہے" (۴۴)

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب میں ابو نعیم کی کتاب الحلیۃ سے اس طرح نقل کرتے ہیں:

عمر بن المقدام کا قول ہے: "میں نے جب بھی جعفرؑ بن محمدؑ کو دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ انبیاء کے وارث ہیں، اور احادیث، حکمت، زھد اور موعظے کی کتابیں آپ کے اقوال سے بھری پڑی ہیں جن میں آپ کے اقوال اس طرح نقل ہیں کہ جعفر بن محمد صادقؑ کہتے ہیں یا جعفر صادقؑ (۴۴) نے فرمایا۔ اور ان کا ذکر نقاش، ثعلبی، قشری اور قزوینی نے اپنی تفسیروں میں کیا ہے"۔ (۴۵)

اور حلیۃ ابو نعیم سے بھی نقل ہے کہ:

امام جعفر صادق (ع) سے ائمہ علوم اور بزرگ علماء نے احادیث نقل کی ہیں جن میں مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، ابن جریج، عبداللہ بن عمر، روح بن قاسم، سفیان بن عیینہ، سلیمان بن بلال، اسماعیل بن جعفر، حاتم بن اسماعیل، عبدالعزیز بن مختار، وحب بن خالد، ابراہیم بن طحان وغیرہ شامل ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ: مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی حدیث سے

استدلال کیا ہے ۔ اور اس کے علاوہ دوسرے کہتے ہیں کہ ، مالک ، شافعی ، حسن ابن صالح ، ابو ایوب سجستانی ، عمرو بن دینار اور احمد بن حنبل نے ان سے روایت نقل کی ہے ۔ اور مالک بن انس کہتے ہیں : امام جعفر صادقؑ سے فضل و علم اور عبادت و ورع میں افضل نہ کبھی کانوں نے سنا ، نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا اور نہ کبھی کسی انسانی دل و دماغ میں کسی کا خیال آیا " (۳۶)

مشہور مورخ یعقوبی آپؑ کی تعریف میں کہتا ہے ،

" آپؑ دین خدا میں تمام انسانوں سے افضل و اعلم تھے ۔ کتنے ایسے اہل علم تھے کہ جنھوں نے آپ سے سنکر روایت نقل کی تو انھوں نے کہا کہ ہمیں عالم نے خبر دی ہے " (۳۷)

استاد محمد فرید وجدی (صاحب دائرۃ المعارف القرن العشرین) امام المسلمین جعفر بن محمد الصادقؑ کے سلسلے میں فرماتے ہیں ، " ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق بن محمدؑ الباقر بن زین العابدینؑ بن الحسینؑ (۳۸) بن علیؑ بن ابی طالبؑ ، مذہب امامیہ کے بارہ اماموں میں سے ایک امام تھے ، سادات اہلبیتؑ نبوی سے تعلق رکھتے تھے) کلام میں سچائی کی بنا پر صادق لقب پایا ، با فضیلت ترین لوگوں میں سے تھے ، اور علم کیمیاء سے متعلق آپ کے بہت سے نظریات ہیں " (۳۹)

پھر یہ اضافہ کرتے ہیں ، " ابو موسی جابر بن حیان الصوفی الطرسوی آپ کے شاگرد تھے جنھوں نے ایک ہزار صفحات پر مشتمل

کتاب لکھی جس میں جعفر صادق کے پانچ سو خطوط و رسالے ہیں"۔ (۴۰)

ابو الفتح الشہرستانی اپنی کتاب الملل والنحل میں امام جعفر صادق کے سلسلے میں لکھتے ہیں: "وہ دین کے متبحر عالم حکمت میں کمال ادب، دنیا کے سلسلے میں عظیم درجہ کا زہد اور خواہشات کے مقابلے میں کامل تقوی رکھتے تھے"۔ پھر وہ میں لکھتے مدینہ میں اپنے چاہنے والے شیعوں کو فائدہ پہونچاتے تھے اور اپنے چاہنے والوں کو اسرار علوم سے فیض پہونچاتے تھے۔ اور پھر جب عراق پہونچے تو ایک زمانے تک قیام کرنے کے با وجود حکومت وقت سے کوئی غرض نہ رکھی اور خلافت کے سلسلے میں کسی سے اختلاف نہ کیا اور جو بھی انکے دریائے معرفت میں غوطہ زن ہوا وہ کبھی سیرابی کے ساحل تک نہ پہونچا اور جو بھی بلندی حقائق تک پہونچ گیا وہ پھر کبھی نیچے نہ آیا۔ (۴۱)

علامہ امین عاملی، حسن ابن زیاد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا فقیہ تو تم کسے پایا تو میں نے سنا کہ انھوں نے کہا جعفرؑ بن محمدؑ"۔ اور ابن ابی لیلی کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: "میں جعفرؑ بن محمدؑ کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے نظریہ سے باز نہ آتا اور اپنے فیصلے سے منہ نہ پھیرتا تھا"۔ (۴۲)

مالکیوں کے امام، مالک ابن انس، جعفرؑ بن محمدؑ الصادقؑ کے بارے میں کہتے ہیں: "میں نے جعفرؑ بن محمدؑ کو ہمیشہ خوش مزاج اور

خندہ لب دیکھا، اور جب ان کے سامنے نبی اکرمؐ کا ذکر ہوتا تو ان کا رنگ سبز و زرد ہوجاتا، اور جب زمانے نے آپؑ سے اختلاف کیا تو میں نے ان میں تین ہی صفات دیکھیں۔ یا نماز پڑھتے یا حالت قیام میں رہتے یا پھر تلاوت قرآن کرتے رہتے۔ کبھی بھی طہارت کے بغیر رسول اللہؐ کا ذکر نہ کرتے اور بے معنی گفتگو نہ کرتے تھے" (۴۴)

امام خراسان، امام جعفر صادق ع کی مدح میں اشعار لکھتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

" اے جعفر صادقؑ آپ مدح کی حدود سے بالاتر ہیں اور خود مدح بھی آپ کے سامنے ہیچ ہے" سارے اشراف زمانہ زمین کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ ان میں آسمان ہیں۔ آپ کی مدح کی حد یہ ہے کہ آپ اولاد انبیاء میں سے ہیں" (۴۵)

شیخ الازہر استاد محمد ابوزہرہ اپنی کتاب الامام الصادق کے مقدمہ میں امام صادقؑ کے سلسلے میں اس طرح رقمطراز ہیں۔

" مابعد! میں نے خدائے تعالیٰ کی توفیق و مدد سے ارادہ کیا ہے کہ امام جعفر صادق (ع) کے سلسلے میں لکھوں۔ اور اس سے پہلے سات ائمہ کے سلسلے میں لکھ چکا ہوں لیکن میں نے ان کے سلسلے میں لکھنے میں تاخیر صرف اسلئے کی کہ ان کی شخصیت ان سب سے جدا ہے بلکہ ان ساتوں میں اکثریت سے یہ افضل ہیں اور ان اکابر میں خصوصی

فضیلت کے حامل ہیں ۔ ابو حنیفہ نے ان سے روایات نقل کیں اور مختلف لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم جانا اور سب سے عظیم فقیہ سمجھا ، امام مالک نے ان سے مختلف دروس روایت حاصل کئے ، ان کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ انھیں ابو حنیفہ اور مالک کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہے ، ان میں کسی نقص کا امکان ہی نہیں ہے اور نہ کوئی ، فضیلت میں ان سے برتر ہے ، اور اس سے بڑھکر یہ کہ یہ علیؑ زین العابدینؑ کے پوتے ہیں جو اپنے زمانے میں اہالیان مدینہ کے ، فضیلت و شرف اور دین و علم میں سید و سردار تھے اور ابن شہاب الزہری اور اکثر تابعین نے جن کی شاگردی اختیار کی تھی ۔ یہ محمد باقرؑ کے فرزند ہیں جو علوم کا سینہ چاک کرکے اس کی اصل تک پہنچنے والے تھے اور اللہ نے ان میں ذاتی اور اضافی دونوں شرف یکجا کر دیے تھے کہ انھیں ہاشمی قرابت اور عترت محمدؐ ہونے کی کریم النسبی بھی حاصل تھی ۔" (۴۵)

یہ گنجائش بھر تعریف امام المسلمین ، استاذ الفقہاء و المحدثین اور سلسلۂ نبوت کے درخشاں ستارے امام جعفر صادقؑ کی ہے (جو مختصراً پیش کی گئی)۔

کاش کہ ہم اس امام جلیل کی ایسی تعریف کر سکتے جو ان کی علمی شخصیت اور ان کے علم و معرفت کی بلندیوں تک ہمارے قاری کو پہونچا سکتی تاکہ امام جعفر صادقؑ کی شخصیت سمجھنے میں کچھ اضافہ ہوتا اور آپ کے

علم و عمل سے کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا۔

۳۔ مکتب امام صادق علیہ السلام

ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ امام جعفر بن محمد (ع)، استاد علماء اور امام فقہاء تھے اور آپؑ جس طرح اپنے زمانے میں امامؑ تھے اسی طرح ہر زمانے اور ہر نسل کے لئے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہم یہ بھی پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مدینہ منورہ میں آپؑ نے اپنے والد گرامی امام باقر (ع) کے ساتھ مسجد نبوی میں علوم اہلبیت کے مدرسہ کی بنیاد رکھی اور پھر اپنے والد ماجد کے بعد اس دانشگاہ علوم اہلبیت کی ترقی، شریعت مقدسہ کی حمایت اور عقیدۂ توحید کا مسلسل دفاع فرماتے رہے۔ اور آپ کے دست پر فیض نے ایک نسل کے فقہاء، محدثین، متکلمین، فلاسفہ اور سائنس دانوں کی تربیت کی جن کا کتب رجال میں ذکر موجود ہے اور جن کے علمی آثار علم و معرفت کے آسمان پر روشن اور درخشاں ہیں۔ یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ مسلمانوں نے امام جعفر صادقؑ آپ کے آباء کرامؑ اور آپ کے بعد آنے والے اہلبیتؑ نبوت کے ائمہؑ کی ہدایات سے ہی راہ حق پائی اور اس پاک و پاکیزہ راستے کو پانے میں کامیاب ہوئے۔

اب ہم یہاں پر امام جعفر صادق علیہ السلام کے مکتب کے سلسلے

میں گفتگو کر رہے ہیں تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ امام جعفر صادق (ع) کوئی مجتہد نہیں تھے یا اجتہاد کر کے صاحب رائے نہیں ہوگئے تھے بلکہ آپ راہ ہدایت کے تکمیل کنندہ اور آثار اہلبیت علیہم السلام کے راوی تھے اور انھیں سے حاصل کئے ہوئے علوم پر اعتماد کرتے ہوئے مسلمانوں کی مشکلات کے حل پیش کرتے تھے، لہذا آپ کا مکتب اور آپ کا راستہ سنت نبوی کی تکمیل، وحی قرآنی کا انکشاف اور اس کے مضامین کے اظہار کا ذریعہ تھا۔

چونکہ امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں بہت سے فقہی اور اعتقادی مکاتب وجود میں آئے تھے لہذا ان کے مقابلے میں امامؑ کا موقف، ان غلط نظریات پر بند باندھنا اور ان پر علمی اور حقیقی شریعت کی رو سے تنقید کرنا تھا۔

امامؑ کے راستے کی پیروی کرنے والے اور آپ کی علمی تعلیمات کا اتباع کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ کے اعمال اور آپ کے مکتب کے مقاصد مندرجہ ذیل امور تھے۔

۱۔ عقیدہ کی حمایت اور اس کا دفاع

سماجی طبقات میں پیدا ہونے والے غلط عقائد، الحادی فلسفے اور گمراہ کن نظریات جو آپ کے زمانے میں رائج ہو رہے تھے جیسے زندقہ

اورغلو وغیرہ ۔ ان سے اسلام کے حقیقی عقائد کا تحفظ کرنا اور علم کلام کے غلط مکاتب اور بے بنیاد فلسفے کے ذریعہ پیدا ہونے والے عقیدۂ توحید کے بیہودہ مفاہیم اور اعتقادی تاویلات کی اصلاح کرنا ۔ اسی وجہ سے امام (ع) نے اپنی تمامتر کاوشوں کا محور و مرکز عقیدہ توحید کی حقیقت اور اس کے مفاہیم کی درستگی کے ساتھ ساتھ اس کے جزئیات کی تفسیر ، اسکے مضامین کی وضاحت اور حقیقی اسلام کی روشنی میں افکار و اعتقادات کی اصلاح کو قرار دیا تھا ۔

یہی وجہ ہے کہ امام (ع) نے ہشام بن حکم جیسے شاگردوں کی علم کلام مناظرہ و جدل کے میدان میں تربیت فرمائی تاکہ وہ عقیدۂ توحید میں جبر وتفویض ، تجسیم خدا اور غلو جیسے اعتقادات و آراء کا دفاع کرتے ہوئے حقیقی عقیدہ توحید کا تحفظ کریں

اور یہیں سے امامؑ کے آثار مناظرات اور توجیہات و دلائل کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہوجاتاہے کہ توحید ۔ معنی توحید، توحید کی حقیقت اور اس کے حقیقی او اصلی مفاہیم کیا اہمیت رکھتے ہیں ۔ کیونکہ امام جعفر صادقؑ نے اپنی تمامتر سعی و کوشش ملحدین اور زندیقیوں جیسے دیصانی اور ابن ابی العوجاء و غیرہ کے خلاف عقیدہ توحید کے دفاع میں صرف کی اور اسی طرح غلو کرنے والوں کے خلاف بھی جو اہلبیتؑ کے نام کے ذریعہ اپنی حقیقت کو چھپانا چاہتے تھے اور اہلبیتؑ کے ساتھ ربوبیت

الوہیت جیسے صفات جوڑتے تھے۔ امامؑ نے اپنی توانائیاں صرف کیں۔
ر امام جعفر صادقؑ نے عقیدۂ توحید سے منحرف افراد سے ہمیشہ کی طرح
برات و بیزاری کا اظہار بھی جاری رکھا۔

تاریخ اور روایات نے ان گمراہ کن نظریات کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کے خلاف امام جعفر صادق (ع) کا اظہار برات و بیزاری بھی ذکر کیا ہے۔

جس ان لوگوں کے گمراہ نظریات کی وضاحت ہوتی ہے۔ ان میں سے ہم بعض کا ذکر کر رہے ہیں۔

" سدیر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے ابی عبداللہؑ سے کہا کہ ایک قوم گمان کرتی ہے کہ آپؑ سب خدا ہیں جس کے سبب آپؑ ہمارے لئے تلاوت قرآن کرتے ہیں۔

" وھو الذی فی السماء الہ و فی الارض الہ "

" اور وہی ہے جو آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا ہے " (زخرف ۸۴)

آپ نے فرمایا۔ " اے سدیر، میری سماعت، بصارت، جلد، گوشت، خون اور بل بال ان لوگوں سے بری اور بیزار ہے اور اللہ بھی ان سے بیزار ہے۔ وہ نہ میرے دین پر ہیں نہ میرے آباؤ و اجداد کے دین پر خدا کی قسم قیامت کے دن ہم اور وہ ایک ساتھ جمع نہ ہونگے اور

اللہ ان سے سخت ناراض ہوگا"۔ (۴۲)

یہاں پر یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ بہت سے فرقوں نے اہلبیتؑ کے اسماء گرامی کو اپنے منحرف اور خارج از اسلام عقائد کی مضبوطی کا سہارا بنایا جن سے خود اہلبیتؑ، ان کا اتباع کرنے والوں اور ان کے شاگردوں نے ہمیشہ دفاع کیا اور پرچم اسلام اور اس کی حقیقت و پاکیزگی کا بار اپنے کاندھوں پر اٹھائے رہے۔

خدا کا شکر ہے کہ آج صرف چند فرقوں کے علاوہ وہ تمام گمراہ فرقے نابود ہوگئے لیکن راہ اہلبیتؑ اور اس پر چلنے والے بغیر کسی شک و شبہ کے خالص اور حقیقی عقیدہ توحید کے پیرو کار ہیں اور بالکل اسی راستہ پر گامزن ہیں جو رسول اللہؐ اور امین وحی نے پہنچایا تھا۔

ان پیروان اہلبیتؑ کے ذریعہ دین حق آج مسلمانوں کا بہت بڑا فرقہ سمجھا جاتا ہے جو ایران، عراق، لبنان، جزیرۃ عربیہ، پاکستان، انڈونیشیا، افغانستان، ہندوستان اور عالم اسلام کے بہت سے علاقوں میں پھیلا ہوا ہے، جو امام جعفر صادقؑ کی طرف نسبت دیتے ہوئے اپنے آپ کو مذہب جعفری کا پیرو کہلاتا ہے اور امام جعفر صادقؑ اور ان کے آباء اور اولاد پاک کی اقتداء کرتا ہے اہلبیتؑ نبوت کے بارہ اماموں کی فرمانبرداری کادم بھرتا ہے۔ اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کرتے ہوئے مسائل توحید، فقہ اور معارف شریعت میں اپنی

آخرت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

پیروان اہلبیت علیہم السلام حقیقی اسلامی خطوط کا بڑی سختی سے اتباع کرتے ہیں اور مذہب اربعہ کے بعض اجتہادی مآخذ کا انکار کرتے ہیں جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء عمل کرتے ہیں جیسے قیاس، استحسان اور سد ذرائع وسیلہ کا وغیرہ کہ یہ مسلمانوں کے درمیان غیر متفق علیہ مصادر ہیں (اور اسلامی رو سے ان پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے)۔

موالیان اہلبیتؑ کے لئے شریعت کے بنیادی مآخذ قرآن و سنت ہیں اور احکام کے استنباط میں عقل اور اجماع فقہاء کو ثانوی درجہ دیتے ہیں یہ صرف اسی راستہ کو اختیار کرتے ہیں جو کتاب و سنت کی رو سے متحقق اور ثابت ہے اور ان کی حدود سے کبھی بھی تجاوز نہیں کرتے۔

اسی طرح سے مذہب جعفری۔ اجتہاد و استنباط کے دروازوں کے کھلے ہونے پر ایمان رکھتا ہے اور اسی سلسلہ میں علماء، فلاسفہ اور فقہائے جعفری نے ہمیشہ اسلامی فکر کو مستغنی کرنے اور علوم و معارف شریعت کے پھیلانے اور اس سے دفاع کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اسلام کے عظیم مورخ آقا بزرگ تہرانی (متوفی ۱۳۸۹ھ) نے پچیس جلدوں پر مشتمل بہت اہم کتاب تصنیف کی ہے جس میں کل ۱۱۵۳ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں مختلف علوم و معارف پر شیعہ علماء کی تصانیف و تالیفات کی فہرست ترتیب دی گئی ہے جس میں، ہزاروں کتابوں

اور ان کے مولفین کا ذکر کیا ہے ۔ اس کتاب کا نام " الذریعہ الی تصانیف الشیعہ " ہے ۔

شیعیان جعفری کے نزدیک عراق میں نجف اشرف عظیم و قدیم ترین مرکز علم ہے ۔ عالم کبیر ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) آج سے تقریبا ایک ہزار سال پہلے یہاں آئے اور ایک علمی دانشگاہ کی بنیاد رکھی جو آج تک قائم ہے اور جس میں شریعت کی تعلیم دی جاتی ہے اور جس نے (بے شمار) فقہاء ، مجتہدین ، فلاسفہ اور عظیم صاحبان علم پیدا کئے ہیں ۔ اسی طرح شیعوں کے دوسرے علمی مراکز قم و مشہد (ایران) ، کربلا (عراق) اور عالم اسلام کے دوسرے علاقوں میں بھی قائم ہیں ۔

۲ ۔ اشاعت اسلام

امام جعفر بن محمد الصادقؑ کے مکتب اور آپ کی علمی کاوشوں کا دوسرا مقصد ہدف ، نشر اسلام ، فقہ و قوانین شریعت کے دائرے میں وسعت ، اس کے مفاہیم کا اثبات اور اس کی اصالت کا تحفظ و تعارف تھا یہی وجہ ہے کہ فقہ و احکام کے سلسلہ میں جتنی احادیث امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہیں اتنی کسی دوسرے امام سے نقل نہیں ہوئیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ مذہب جعفری کے علماء ، فقہاء ، پیروکار اور امام جعفر

صادقؑ کے مکتب سے مربوط لوگوں کیلئے بڑی حد تک آپ ہی کی احادیث و فتاوی اور ہدایات، استنباط احکام کے قواعد میں اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر اس بات کی طرف بھی اشارہ کردیا جائے کہ رسول اکرمؐ کی وہ احادیث و روایات و اخبار جو امام جعفر صادقؑ یا دوسرے ائمہ اہلبیتؑ سے نقل ہوئیں ہیں یا ان کے علاوہ خود اہلبیتؑ کی روایات، تفاسیر، فتاوی اور قرآن و سنت کے احکام کو چار بنیادی کتابوں میں جمع اور مرتب کیا گیا ہے جنھیں کتب اربعہ کہا جاتا ہے۔

۱۔ الکافی

یہ کتاب ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی الرازی (متوفی ۳۲۸ھ ـ ۳۲۹ھ) نے تالیف فرمائی ہے اور اس میں کل ۱۶۱۹۹ (سولہ ہزار ایک سو ننانوے) احادیث موجود ہیں۔

۲۔ التھذیب

یہ کتاب ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی متوفی ۴۶۰ ھ نے تالیف فرمائی ہے۔

۳ ◄ الاستبصار

یہ کتاب شیخ طوسی کی تالیف کردہ ہے۔

۴ ◄ من لا یحضرہ الفقیہ

یہ شیخ صدوق (۳۸۱ھ) کی کتاب ہے۔ مذہب جعفری کے علماء و فقہاء نے ان کتابوں کے سلسلے میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ان میں موجود تمام احادیث و روایات صحیح نہیں ہیں بلکہ انھوں نے ان کتابوں میں علمی تحقیقات کیں اور اس کے نتیجے میں اپنے طریقے اور روش کے اعتبار سے ہزاروں احادیث کو سند صحت سے گرادیا ہے (یعنی ان کے راویوں کے درست نہ ہونے کی بنا پر ان پر اعتماد نہیں کرتے)۔

امامؑ کے تعلیمات کی ایک جھلک

یہ مختصر کتابچہ بلکہ ان جیسے سیکڑوں کتابچے بھی اگر یکجا کر دیے جائیں تب بھی امام جعفر صادق (ع) کے علوم و معارف کا اندازہ اور احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن چونکہ ہم یہاں پر امام جعفر صادق (ع) کی علمی عظمت کا ذکر کر رہے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ دنیائے اسلام کو علم توحید، اخلاق، عبادت، اجتماع اور سیاست وغیرہ کے حوالے سے امام (ع) نے جو فیوض و برکات پہونچائے ہیں۔ ان میں سے کچھ کا مختصر تعارف کرائیں۔

۱۔ مقام علم

امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے ارشاد فرمایا:

" طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ، الا ان اللہ یحب بغاۃ العلم " (۳۷)

حصول علم تمام مسلمانوں پر واجب ہے ، بیشک اللہ صاحبان علم کو دوست رکھتا ہے۔

" حجۃ اللہ علی العباد النبی ، والحجۃ فیما بین العباد و بین اللہ العقل " (۴۸)

نبی ، بندوں کے درمیان حجت خدا ہوتا ہے ، اور خدا اور بندوں کے درمیان عقل حجت ہے۔

" و من تعلّم العلم و عمل بہ و علّم للہ دعی فی ملکوت السموات عظیما فقیل ، تعلّم للہ و عمل للہ و علّم للہ "

جو شخص خدا کے لئے علم حاصل کرتا ہے ، اس پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو تعلیم دیتا ہے اسے عظمت کے ساتھ آسمان کے ملکوت میں اٹھایا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ اس نے اللہ کے لئے پڑھا ، عمل کیا اور پڑھایا ہے۔

۲۔ صحت حدیث

آپ (ع) نے فرمایا،

" کل شیئی مردود الی کتاب اللہ و السنۃ و کل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف "

ہر شئے کی بازگشت کتاب خدا اور سنت کی طرف ہے اور ہر وہ

حدیث جو کتاب خدا کے موافق نہ ہو وہ زخرف (خوبصورت جھوٹ) ہے ۔ آپ نے رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد کیا:

" ان علی کل حق حقیقة ، و علی کل صواب نورا ، فما وافق کتاب اللّٰه فخذوة و ما خالف کتاب اللّٰه فدعوه " (۵۰)

بیشک ہر حق پر ایک حقیقت اور ہر نیکی پر ایک نور ہوتا ہے ، پس جو کتاب خدا کے موافق ہو اسے اختیار کرو اور جو اس کی مخالفت کرے اسے چھوڑ دو ۔

۳۔ توحید

حضرت امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں کہ ایک شخص امیر المومنین علیؑ بن ابیطالبؑ کے پاس آیا اور کہا ، یا امیر المومنینؑ ، کیا عبادت کے وقت آپ اپنے خدا کو دیکھتے ہیں ؟ امیر المومنینؑ نے فرمایا ، " وائے ہو تجھ پر میں اس خدا کی عبادت کرتا ہی نہیں جسے دیکھ نہ سکوں " اس نے پوچھا کیسے دیکھتے ہیں ؟ فرمایا ، " وائے ہو تجھ پر اسے آنکھوں کے مشاہدے سے نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ حقیقت ایمان کے ذریعہ دل اسے دیکھتے ہیں " (۵۱)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے ، اللہ کی ذات تعریف کرنے والوں کی تعریف سے برتر ہے ، جو اسے اس کی مخلوقات سے تشبیہ دیتے

ہیں وہ اس کی ذات پر تہمت لگاتے ہیں ۔ جان لو اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے کہ توحیدِ خدا کے سلسلے میں صحیح مذھب وہی ہے جو صفات خدا کے طور پر قرآن میں نازل ہوا ہے اللہ تعالٰی کی ذات سے انکار اور خلق سے تشبیہ کی نفی کرو ۔ پس نہ اس کی نفی ممکن ہے نہ تشبیہ ۔ اللہ ثابت و موجود ہے ۔ تعریف کرنے والوں کی تعریف سے اللہ کی ذات برتر ہے کہ اگر قرآن میں اس کے ظاہراً ذکر شدہ صفات کو شمار میں لاؤگے تو ہدایت پانے کے بعد پھر سے گمراہ ہوجاؤ گے (۵۲)

زمین و آسمان میں کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو ان سات خصلتوں سے خالی ہو ۔ مشیت خداوند ، ارادہ ، قدر ، قضاء ، اذن ، کتاب اور اجل (یعنی ہر شئے خدا کی مشیت اس کے ارادہ و قدرت اس کے اذن ، اس کی تقدیر اور اس کے لکھے ہوئے وقت کے تحت قائم ہے) ۔ پس جس نے ان میں سے کسی ایک پر اپنی قدرت کا خیال بھی کیا وہ کافر ہوگیا " (۵۳)

امام (ع) سے بندوں پر خدا کے جبر و تفویض کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا : نہ انسان بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار بلکہ ان دونوں کے درمیان واقع ہے اور وہی درمیانی منزل حق ہے ، اس کا علم صرف عالم کو ہے یا عالم نے جسے علم دیا ہو " (۵۴)

۴۔ ارشادات و ہدایات

" جو لوگوں کے درمیان ، اپنے آپ کو قرار دیکر انصاف کرتا ہے اسی کو دوسرے اپنے لئے قاضی قرار دیتے ہیں" (۵۵)

" بیشک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی کرے جس میں تین صفات ہوں: جس بات کا حکم دے یا جس سے منع کرے اسے جانتا ہو، جس بات کا حکم دے یا جس سے منع کرے اس میں انصاف کرتا ہو جسے حکم دے یا جسے منع کرے اس پر مہربان ہو" (۵۶)

" دنیا کی طرف رغبت کا نتیجہ غم اور حزن ہے اور دنیا زھد، دل و جسم کے آرام کا سبب بنتا ہے" (۵۷)

" جہاد (سعی و کوشش) واجبات کے بعد سب سے بافضیلت شئے ہے" (۵۸) امام جعفر صادقؑ رسول اللہؐ سے نقل کرتے ہیں "کوشش کرو کہ اپنے بیٹوں میں بزرگی و عظمت چھوڑ کر جاؤ" (۵۹)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں، " امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اللہ کی مخلوقات میں سے دو مخلوق ہیں، پس جس نے ان دونوں کی نصرت و مدد کی، اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور جس نے ان دونوں کو رسوا کیا اللہ اسے ذلیل کرتا ہے" (۶۰)

آپؑ فرماتے ہیں " اللہ کی مخلوق میں سے کسی کی رضا کی خاطر اللہ کو ناراض نہ کرو اور اللہ سے دور ہو کر بندوں کا قرب حاصل نہ کرو" (۶۱)

"اپنے والدین سے نیکی کرو تاکہ تمہاری اولاد تم سے نیکی سے پیش آئے، اور عورتوں پر نگاہ نہ کرو تاکہ تمہاری عورتوں پر نگاہ نہ کی جائے" (۶۳)

"مومن میں آٹھ خصلتیں ہونا ضروری ہیں، سختیوں اور پریشانیوں میں وقار و سکون سے کام لے، مصیبتوں پر صبر کرے، مشکلات میں شکر کرنے والا ہو، اللہ کے دیے ہوئے رزق پر قناعت کرنے والا ہو، دشمنوں پر ظلم نہ کرے، دوستوں پر سختی نہ کرے، اس کا جسم مشقتوں میں ہو لوگ اس کے وجود سے راحت محسوس کریں" (۶۳)

"اللہ کی معرفت اور اسکی بارگاہ میں تواضع بہترین عبادت ہے" (۶۴)

"میرا بہترین بھائی (دوست) وہ ہے جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے" (۶۵)

مومن کے سلسلے میں بہترین اخلاق، رزق میں اضافہ کرتا ہے" (۶۶)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہؐ نے لوگوں کو ایک سریہ (وہ جہاد جس میں خود رسول اللہؐ شریک نہیں ہوئے) کے لئے بھیجا، پس جب وہ واپس آئے تو آپؐ نے فرمایا، خوش آمدید اے وہ قوم جو جہاد اصغر میں کامیاب ہوئی حالانکہ جہاد اکبر ابھی باقی ہے۔ پوچھا گیا، یا رسول اللہؐ جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا، جہاد نفس" (۶۷)

ابی عمر شیبانی کہتے ہیں، "میں نے امام جعفر صادقؑ کو اس

حالت میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں ایک بوری میں پتھر ہیں جس سے آپ دیوار درست کر رہے ہیں اور آپ کی پشت سے پسینہ بہہ رہا ہے۔ میں نے کہا: قربان جاؤں، مجھے دے دیجئے، کہ آپ پر سے بوجھ کم ہوجائے (میں آپ کی مدد کروں)، تو فرمایا، مجھے یہ بات پسند ہے کہ انسان طلب معاش میں سورج کی گرمی میں اذیت برداشت کرے" (۹۸)

سفیان ثوری کہتے ہیں: "میں امام صادق علیہ السلام کے پاس پہونچا، اور آپ سے کہا، مجھے کچھ وصیت فرمائیے جو میں آپ کے بعد یاد رکھوں، تو آپؑ نے فرمایا، "اے سفیان یاد رکھو گے؟ میں نے کہا، ضرور اے بنت رسول اللہؐ کے فرزند فرمایا، "اے سفیان جھوٹوں کیلئے مروت (نیکی، رحمدلی)، حاسد کیلئے راحت، رنجیدہ سے بھائی چارگی، فریب کرنے والے سے دوستی اور برے اخلاق والے کے نصیب میں سرداری کبھی نہیں ہے"۔ پھر اس کے بعد آپ خاموش ہوگئے تو میں نے کہا اے دختر رسول اللہؐ کے فرزند کچھ اضافہ فرمائیے، تو آپ نے فرمایا، "اے سفیان! اللہ پر بھروسہ کرو تاکہ اس کے عالم اور عارف ہوجاؤ، اس کی تقسیم پر راضی رہو تاکہ وہ تمہیں غنی کردے، لوگوں سے ویسے ہی دوستی و ہمنشینی کرو جیسے وہ تم سے دوستی کریں تاکہ تمہارے ایمان میں اضافہ ہو اور فاسق و فاجر لوگوں سے دوستی نہ کرو کہ وہ تمہیں فسق و فجور سکھائیں گے اور اپنے امور میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو خوف خدا رکھتے ہوں" پھر

اس کے بعد آپ خاموش ہوگئے تو میں نے کہا اے دختر رسول اللہؐ کے فرزند کچھ اور اضافہ فرمایئے تو فرمایا: "اے سفیان جو شخص بھی بغیر سلطنت کے عزت، بغیر ساتھیوں کے کثرت اور بغیر مال کے ہیبت چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ اللہ کے گناہوں کی ذلت سے نکل کر اس کی اطاعت کی عزت اختیار کرے" اور پھر یہ کہہ کر خاموش ہوگئے تو میں نے کہا اے دختر رسول اللہؐ کے فرزند کچھ اور اضافہ فرمایئے، تو فرمایا: "اے سفیان! میرے والد گرامی نے مجھے تین باتوں کی تعلیم دی اور تین باتوں سے روکا ہے۔ وہ باتیں جن کی مجھے تعلیم دی یہ ہیں: کہ مجھ سے فرمایا۔ اے بیٹا جس نے بھی برے لوگوں سے دوستی کی وہ سالم نہ رہا، اور جس نے بھی اپنے کلام پر روک نہ لگائی وہ نادم ہوا اور جو بھی بری جگہوں پر گیا وہ تہمت سے محفوظ نہ رہا (اس پر تہمت لگی")

میں نے کہا: اے دختر رسول اللہؐ کے فرزند اور وہ تین باتیں جن سے آپ کے والد گرامی نے منع فرمایا؟ فرمایا": مجھے منع فرمایا: ان لوگوں کی دوستی سے جو نعمت ملنے پر حسد کریں، مصیبت پڑنے پر خوش ہوں اور مظلوم ہونے پر چغلخوری کریں"۔ اس کے علاوہ امام جعفر صادقؑ نے یہ بھی فرمایا، "چھ باتیں مومن میں نہ پائی جائیں، تنگدستی، محرومی، حسد، دشمنی، جھوٹ اور ظلم" (۲۹)

امام علیہ السلام کی شہادت

امام علیہ السلام نے علم و عمل، سعی و جہاد اور فضیلت و تقوی سے بھرپور زندگی گزاری، جس میں اس نواسہ رسول اللہ ؐ کو ایک عالم، زاہد، حق و عدل کا دفاع کرنے والے، اللہ کی جانب دعوت دینے والے، خیر پر عمل اور نشاندہی کرنے والے، شر سے منع کرنے اور روکنے والے، بارگاہ خداوندی میں محتسب، ظلم و جور پر صابر، دنیا و آخرت کی راہ سعادت کو روشن کرنے والے، نسلوں میں تحفظ شریعت کا جذبہ بھرنے والے، ہر گمراہی و انحراف کے خلاف قیام کرنے والے، ہر بدعت و ہوس پرستی سے باز رکھنے والے اور قیامت تک لوگوں کے لئے برہان اور حجت قرار پانے والے کی حیثیت سے جانا پہچانا گیا اور جس نے مکتب اسلام کو استقلال اور فتح بخشی، عقیدہ و اخلاق کی بنیادوں کو مضبوط کیا ان سے مفید علوم اور وسیع فہم کے چشمے پھوٹے اور کائنات میں نیک و خیر کا رواج ہوا۔

امام جعفر صادقؑ کی شہادت شوال ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی آپ قبرستان بقیع میں اپنے والد گرامی امام باقرؑ اور امام زین العابدینؑ جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ اور امام حسنؑ کے جوار میں دفن کیے گئے۔

سلام ہو آپ کی روح طاہرہ پر، اس روز جس میں آپ کی شہادت ہوئی اور اس دن جب آپ دوبارہ مبعوث کئے جائینگے۔ اور مبارک ہو ان کو جنھوں نے آپ کی ہدایات حاصل کیں۔

حوالہ جات

۱۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام قریبہ اور کنیت ام فروہ تھی۔
۲۔ یہ بھی ہے کہ آپ رجب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔
۳۔ سیرۃ الائمہ الاثنی عشر ج ۲ ص ۱۹۸ ط ا ہاشم معروف الحسین
۴۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد ج ۵ ص ۳۲۳
۵۔ المستدرک، حاکم ج ۳ ص ۳۶ ۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۔ الجامع الصغیر، سیوطی ج ۱ ص ۹۳ ط مین و غیرہ
۶۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۸۷ ط ۱۹۷۴
۷۔ اعیان الشیعہ، السید محسن الامین العاملی ج ۱ ص ۲۹۳ چاپ جدید
۸۔ ایسا ہی وارد ہوا ہے اگرچہ صحیح حسن بن حسن ہے جو حسن مثنیٰ، امام حسن کے فرزند تھے اور امام حسینؑ کے کسی فرزند کا نام حسن نہیں تھا۔
۹۔ الکامل فی التاریخ، ابن اثیر ج ۵ ص ۵۳۹ ط ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء
۱۰۔ تاریخ یعقوبی، احمد بن ابو یعقوب بن جعفر بن وہب۔ ج / ۲۔ ص / ۱۱۹۔ ط / ۱۳۹۳ ھ۔
۱۱۔ اصول کافی، کلینی۔ ج / ۲۔ ص / ۳۳۳۔
۱۲۔ اصول کافی، کلینی۔ ج / ۲۔ ص / ۳۳۳۔
۱۳۔ مروج الذہب، مسعودی۔ ج / ۳۔ ص / ۲۰۵۔
۱۴۔ سابقہ حوالہ۔
۱۵۔ سیرۃ الائمہ الاثنی عشر، ہاشم معروف الحسینی۔ ص / ۲۳۵۔ ۲۳۳۔
۱۶۔ مقاتل الطالبین، ابو الفرج اصفہانی۔ ص / ۱۳۵۔
۱۷۔ سابقہ حوالہ۔
۱۸۔ سابقہ حوالہ۔

۱۹۔ اعلام الوری باعلام الھدیٰ، طبرسی۔ ص / ۲۷۳۔ ط / ۳۔
۲۰۔ ائمہ المذاھب الاربعۃ، محمد اسماعیل ابراہیم۔ ص / ۳۸۔ ط / ۱۹۶۸۔
۲۱۔ مروج الذھب، مسعودی۔ ج / ۳۔ ص / ۲۰۶۔
۲۲۔ بعض روایات میں ہے کہ دوسرا نسخہ عمرو الاشرف کے نام تھا جو واضح محب علیؑ تھے۔
۲۳۔ مروج الذھب، مسعودی۔ ج / ۳۔ ص / ۲۵۵۔ ۲۵۴۔
۲۴۔ سنن ابن ماجہ۔ ج / ۲۔ ص / ۱۳۶۶۔
۲۵۔ مروج الذھب۔ ج / ۳۔ ص / ۲۵۵۔ ۲۵۴۔
۲۶۔ الامام الصادقؑ، محمد ابو زھرہ۔ ص / ۱۳۹۔
۲۷۔ الامام الصادقؑ، محمد ابو زھرہ۔ ص / ۱۳۸۔
۲۸۔ مقاتل الطالبین۔ ص / ۲۵۶۔
۲۹۔ سابقہ حوالہ۔
۳۰۔ الامام الصادقؑ، محمد ابو زھرہ۔ ص / ۴۹۔
۳۱۔ الارشاد، شیخ مفید۔ ص / ۲۷۰۔
۳۲۔ اعیان الشیعہ، سید محسن الامین۔ ج / ۱۔ ص / ۶۶۱۔ چاپ جدید۔
۳۳۔ سابقہ حوالہ۔
۳۴۔ جس سے ان کی مراد صادق القول تھی۔
۳۵۔ مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب۔ ج/۳، ص/ ۳۷۲۔ط ۳۷۵ھ۔
۳۶۔ سابقہ حوالہ۔
۳۷۔ تاریخ یعقوبی، احمد بن ابو یعقوب بن جعفر بن وھب۔ ج / ۳۔ ص / ۱۱۹۔ ط / ۱۳۹۱ھ۔
۳۸۔ موسوعہ میں زین العابدینؑ بن حسن ذکر ہے اگرچہ صحیح یہی ہے۔ امام حسن (ع) امام زین العابدینؑ کے چچا تھے۔
۳۹۔ دائرۃ المعارف القرن العشرین محمد فرید وجدی۔ ج / ۳۔ ص / ۱۰۹۔ ۲۱۰۔
۴۰۔ سابقہ حوالہ۔

۳۱ _ المراجعات ، سید عبدالحسین شرف الدین ۔ ص / ۲۳۲ ۔
۳۲ _ اعیان الشیعہ ، سید محسن الامین ۔ ج / ۱ ، ص / ۲۹۳ چاپ جدید ۔ الامام جعفر الصادقؑ ، عبدالحمید الجندی ، مجلس الاعلی للشئون الاسلامی مصر ۔ ص / ۲۱ ۔
۳۳ _ الامام جعفر الصادقؑ ، عبدالحمید الجندی ، مصر میں اسلامی مراسم کی مجلس اعلیٰ کے رکن ۔ ص / ۱۵۹ ۔ ۳۴ _ سابقہ حوالہ ۔
۳۵ _ الامام الصادقؑ ، محمد ابو زہرہ ۔ ص / ۳ ۔
۳۶ _ اصول کافی ، کلینی ۔ ج / ۱ ۔ ص / ۳۹ ۔ ط / ۳ ۔
۳۷ _ اصول کافی ، کلینی ۔ ج / ۱ ۔ ص / ۳۰ اور ۲۵ ۔
۳۸ _ سابقہ حوالہ ۔
۳۹ _ اصول کافی ، کلینی ۔ ج / ۱ ۔ ص / ۲۹ و ص / ۹۸ ۔
۵۰ _ سابقہ حوالہ ۔
۵۱ _ سابقہ حوالہ ۔
۵۲ _ سابقہ حوالہ ۔ ص / ۱۰ ۔
۵۳ _ سابقہ حوالہ ۔ ص / ۳۹ ۔
۵۴ _ سابقہ حوالہ ۔ ص / ۱۵۹ ۔
۵۵ _ تحف العقول عن آل بیت الرسول ۔ ص / ۲۴ ۔ ط / ۵ ۔
۵۶ و ۵۷ _ تحف العقول عن آل بیت الرسول ۔ ص / ۲۴۳ ۔
۵۸ _ اصول کافی ، کلینی ۔ ج / ۵ ۔ ص / ۳ ۔
۵۹ _ وسائل الشیعہ ، الحر العاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۹ ۔
۶۰ _ وسائل الشیعہ ، الحر العاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۳۱۶ ۔
۶۱ _ وسائل الشیعہ ، الحر العاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۳۲۲ ۔
۶۲ _ وسائل الشیعہ ، الحر العاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۲۹۳ ۔ مشکاۃ الانوار ۔ ص / ۲۴ ۔
۶۳ _ وسائل الشیعہ ، الحر العاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۲۹۶ ۔

۶۴ـ وسائل الشیعہ ،الحرالعاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۲۶۹ ۔

۶۵ ـ وسائل الشیعہ ،الحرالعاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۲۷۰ ۔

۶۶ ـ وسائل الشیعہ ،الحرالعاملی ۔ ج / ۶ ۔ ص / ۲۷۵ ۔

۶۷ ـ وسائل الشیعہ ،الحرالعاملی ۔ ج / ۵ ۔ ص / ۳ ۔

۶۸ ـ وسائل الشیعہ ،الحرالعاملی ۔ ج / ۵ ۔ ص / ۴۹ ۔

۶۹ ـ تحف العقول ، حرانی ۔ ص / ۲۷۸ ۔

آئمہ معصومینؑ کی سیاسی زندگی کا

تحقیقی جائزہ

آئمہ معصومینؑ کے دور میں اسلام و مسلمین مختلف قسم کے نشیب و فراز سے دوچار رہے۔ کبھی انتہائی تلخ و ناگوار حالات، کبھی حاکموں کا ظلم و استبداد، کبھی رعایا کا مجرمانہ سکوت و بے حسی اور کبھی ضمیر فروش انسانوں کی تحریف و تخریب۔

بدقسمتی سے لوگوں میں یہ تاثر عام ہے کہ آئمہ طاہرینؑ اسلام و مسلمین پر ڈھائے جانے والے تمام مظالم کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ ان حالات میں آئمہؑ نے جو اجتماعی اور سیاسی کردار ادا کیا ہے' اس پر نہایت بصیرت افروز انداز میں تجزیہ و تحلیل کرنے کے بعد شہید رابع آیت اللہ باقر الصدرؒ نے اپنے افکار و نظریات کا اظہار فرمایا ہے۔

استاد عادل ادیب نے بڑی کاوشوں کے بعد شہید کے ان افکار و نظریات سے ماخوذ ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جسے حجۃ الاسلام والمسلمین جناب توحیدی صاحب نے اردو میں ترجمہ کرکے ایک گرانقدر خدمت انجام دی ہے۔ خدا عزوجل کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ یہ کتاب ہمارے تاریک معاشرہ کے افق پر ایک درخشندہ ستارے کی مانند چمکے گی۔

وہ افراد جو اپنی زندگی کو سیرت آئمہؑ کے مطابق استوار کرنے کے خواہش مند ہیں انکے لئے اس کتاب کا مطالعہ یقیناً مفید ثابت ہوگا۔